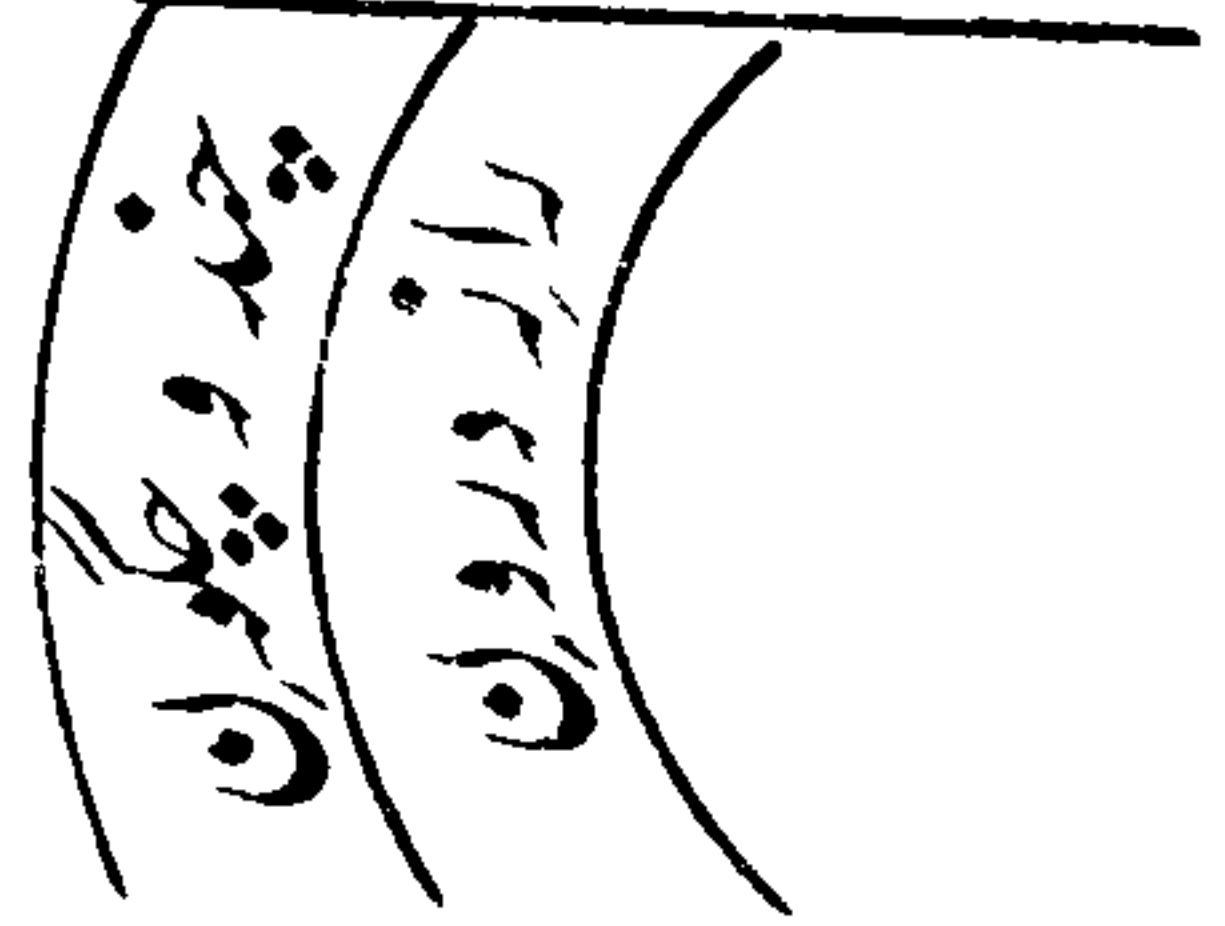


ذی سح مقام ذی مہر
کرہ ارض اور سمندر سات
درود شریف کی تزیینات
صفحہ ۶۷-۶۸-۶۹

عبدہ



(علامہ اقبالؒ)

کائنات

وائرہ

وائرہ عرش الوہیت

عبدہ

مصنف

انور علی شاہ انور ہاشمی - قلعہ مسیتا

منڈی مرید کے ضلع شیخوپورہ (دخربہ پاکستان)

58529

جملہ حقوق تصنیف و طبع سہ ماہی ترجمہ حق مصنف
محفوظ ہیں

ایک ہزار

جولائی ۱۹۵۶ء

طبع اول

۳ — ۸ — ۰

قیمت مجلد

۲ — ۸ — ۰

غیر مجلد

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون	نمبر شمار	صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۷	حضور پاک کی فضیلت	۱۳	۱	دیباچہ	۱
۲۲	روح کائنات	۱۴	۲	نسب اور نسبت	۲
۲۹	قالبِ قدسین	۱۵	۳	نذر عقیدت	۳
۴۰	اللہ نور السموات والارض	۱۶	۴	پیش لفظ	۴
۴۷	آسمان	۱۷	۵	رباعی	۵
۴۹	زمین	۱۸	۶	تحفہ قرآن	۶
۵۱	موجودات کی قسمیں	۱۹	۷	غیبی تصدیق	۷
۵۷	تقلید	۲۰	۸	خدا و رسول	۸
۶۱	نور سے فیضیابی	۲۱	۹	تعارف	۹
۶۳	نورِ جان یا روح	۲۲	۱۰	حمد	۱۰
۶۷	روشن دلی	۲۳	۱۱	نعت	۱۱
۶۸	نویہ ہدایت	۲۴	۱۲	مقبول بندوں کے درجات	۱۲

نمبر شمارہ	مضمون	صفحہ	نمبر شمارہ	مضمون	صفحہ
۲۵	دُرود شریف	۷۰	۳۸	نماز کی حالتیں	۱۰۲
۲۶	شریعت اور طریقت	۷۲	۳۹	روزہ	۱۰۳
۲۷	انسانی زندگی	۷۳	۴۰	زکوٰۃ	۱۰۶
۲۸	محاسبہ	۷۸	۴۱	حج	۱۰۸
۲۹	بیعت	۷۹	۴۲	جہاد	۱۱۰
۳۰	تقدیر	۸۸	۴۳	قربانی	۱۱۲
۳۱	غیبی امداد	۹۰	۴۴	کھیل	۱۱۵
۳۲	ارشادِ ہُو	۹۲	۴۵	قُربِ قیامت	۱۱۷
۳۳	عمل	۹۳	۴۶	کھیل ختم	۱۲۷
۳۴	کاروبار	۹۴	۴۷	دُعوتِ اسلام	۱۲۹
۳۵	ہرم و سزا	۹۸	۴۸	اظهارِ حقیقت	۱۳۵
۳۶	عبادت	۹۹	۴۹	خیام و اقبال	۱۳۷
۳۷	نماز	۱۰۰			

دیباچہ

پیر انور علی شاہ ہاشمی پاکیزہ سیرت اور نورانی صورت کے بزرگ ہیں۔ پچھلے برس انہوں نے ذکر کیا کہ وہ عکبلا نام ایک دینی کتاب تالیف فرما رہے ہیں۔ میں نے کتاب میں دل چسپی لی اور اس کا کچھ حصہ سنا۔ جو روحانی کیف اور حظ حاصل ہوا بیان سے باہر ہے۔ بہر حال اس کتاب پر رائے نہ فی تو وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو ماہر علوم دینی ہونے کے علاوہ صاحب دل بھی ہوں۔ مجھے کتاب میں دل چسپی اس لئے ہے کہ یہ کتاب ایک مقتدر تاریخی خاندان کے بزرگ کی تالیف ہے۔ خانوادہ جلیلہ صدیوں سے علوم ظاہری و باطنی میں ممتاز چلا آ رہا ہے اور ہر زمانے میں اس کا کوئی نہ کوئی فرد ضرور صاحب تصنیف گزرا ہے۔ اس خاندان کی تمام وکمال تاریخ محفوظ ہے۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مخدوم غلام دستگیر نامی نے اس زمانے میں مقتدر کتب تالیف کی ہیں اور اب ان کے ایک ایک جدی بھائی انور علی شکاک ہاشمی اس میدان میں کامزن ہوئے ہیں۔ خانوادہ جلیلہ ایک مقتدر ہاشمی خاندان ہے۔ ان کا شجرہ نسب

تذکرہ خاندان

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا نداد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بن ہاشم سے ملتا ہے۔ ابوسفیان کی اولاد سے ایک بزرگ ابوالحسن علی ہنکار ہی تھے جو حضرت میراں محی الدین غوث الاعظم کے مرشد شیخ ابوسعید مبارک مخرمی کے مرشد تھے۔

بعد ازاں اس خاندان کے ایک مقتدر بزرگ خطۂ سیستان میں اقامت گزین ہوئے۔ اور بجا بہت خاندانی اور شرافت شخصی کے سبب مزاج انام بن گئے۔ ان کے فرزند شیخ بوعلی خطۂ کیچ مکران میں گئے۔ یہاں لوگوں نے انہیں اپنا سردار بنا کر اپنے ظالم حاکم سے جنگ کی اور کامیابی کے بعد انہیں اپنا بادشاہ بنا لیا۔ چند پشت تک کیچ مکران میں یہ خاندان صاحب اقتدار و اختیار رہا۔

پچھٹی صدی عیسوی کے آخری ربع کے قریب سید احمد توختہ ترمذی نام ایک بزرگ ہندوستان جاتے ہوئے کیچ مکران سے گزرے اور خانوادہ جلیلہ کے ایک شہزادہ بہاء الدین سے ان کی ایک صاحبزادی بی بی حاج علیہ الرحمہ کی شادی ہو گئی۔ سید احمد توختہ بعد ازاں رونق افروز لاہور ہوئے اور یہاں خانقاہ قائم کر کے دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا۔ ۶۰۲ھ میں ان کا انتقال ہوا اور مزار اندرون اکبری دروازہ محلہ چٹہ بیبیاں میں ہے۔ سلطان بہاء الدین کے فرزند حمید الدین حاکم نے تخت حکومت کو چھوڑ کر درویشی اختیار کی۔ مزار آپ کا قصبہ مومبارک (بہاولپور ڈویژن میں ہے)۔

شیخ عبد الجلیل حمید الدین حاکم کی اولاد سے تھے۔ نو دھبیوں کے دور میں رونق افروز لاہور ہوئے اور یہاں طرح اقامت ڈالی۔ شیخ کا کو لاہوری کے بعد درجہ قطبیت پر فائز ہوئے۔ ۸۹۶ھ میں ان کا وصال ہوا۔ اور مزار میکوڈ روڈ پر قلعہ گوہر سنگھ کے قریب مزاج انام ہے۔ اٹھارہویں صدی کے آخر میں مراد شاہ نام ایک فاضل بزرگ اس خاندان میں پیدا ہوئے۔ جن کی کتابیں مراد العاقین۔ مراد المحبین۔ نامہ مراد اور دیوان اردو وغیرہ اب تک

موجود ہیں۔ ۱۲۲۵ھ میں آپ واصل بحق ہوئے اور مزار گوہر بار موضع مردانہ (ضلع شیخوپورہ) میں مہتا سو جانا نام ریلوے سٹیشن کے متصل واقع ہے۔

اور آپ اُن ارباب علم میں سے ہیں جنہوں نے اپنی تحریروں میں پہلے پہل لفظ اردو کو زبان کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

مصنف پیرانور شاہ بن پیر گنج بخش بن محمد شاہ بن نبی بخش اسی خانوادہ عالیہ کے چشم و چراغ ہیں۔ پیر نبی بخش کے پردادا پیر ابوالحسن ثانی تھے۔ جن کے مورث اعلیٰ چٹھی پشت میں حضرت چوہر شاہ بندگی عبد الجلیل تھے۔

پیرانور علی شاہ ۱۸۹۸ء مطابق ۱۳۱۳ھ میں ملک پور میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں اب ضلع شیخوپورہ میں ہے۔ لیکن اُس وقت شیخوپورے کا علیحدہ ضلع نہ تھا اور یہ گاؤں ضلع سیالکوٹ کی تحصیل رعیہ میں تھا۔

۱۹۱۵ء میں ان کے والد اور بڑے بھائی اشرف علی فوت ہو گئے جس سے خانہ ان کی کفالت کا بوجھ آپ پر آن پڑا۔ اور آپ کی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔

بہر حال ۱۹۱۶ء میں نارمل ... اور ۱۹۱۸ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور سے سینیئر ورنیکلر کا امتحان پاس کیا۔ جہاں آپ کوشس العلماء میر احمد رضوانی علم لسانیات اور لالہ سوہن لال استاد جغرافیہ جیسے مقتدر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرنے کا موقع ملا۔

۱۹۱۸ء سے ۱۹۲۰ء تک پیرانور علی شاہ مختلف مدرسوں میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۲۰ء میں ملازمت چھوڑ کر اپنی زمینداری کے معاملات کی طرف متوجہ ہوئے۔

۱۹۲۱ء میں ان کی شادی ان کے یک جہی بزرگ حضرت پیر اشرف عالم شاہ صاحب جاگیر دار و رئیس عظیم رتہ پیراں و سجادہ نشین درگاہ حضرت قطب العالم عبدالجلیل کی سب سے چھوٹی صاحبزادی سے ہوئی۔ پیر صاحب صوف بڑے وضع دار مخیر اور نیک دل بزرگ تھے۔ ۱۹۳۲ء میں ان کا وصال ہوا۔ ان کی اولاد زینہ نہ تھی۔ اس لئے ان کی اہلیہ محترمہ کے انتقال کے بعد ۱۹۳۶ء میں ان کی تمام جائیداد ان کی صاحبزادیوں میں تقسیم کر دی گئی۔ انور علی شاہ صاحب کی زوجہ محترمہ کو قلعہ مسیتا متصل مرید کے رتہ پیراں اور موضع رتیاں مینوں گاؤں کا کافی حصہ ملا۔ اس زرعی زمین کے انصرام کی خاطر ۱۹۳۶ء سے وہ قلعہ مسیتا شاہ متصل مرید کے میں سکونت پذیر ہیں۔ پیر اشرف عالم مرحوم کے سجادہ نشین پیر فضل شاہ خلف الرشید نامی معتمد ہوئے۔

انور علی شاہ کے دو فرزند اور ایک صاحبزادی ہیں۔ دونوں فرزند عبدالغفور شاہ اور نعیم اظہر شاہ اپنے کل خانہ انور رائیس مل (A N W E R R I C E M I L L) کا کام سنبھالے ہوئے ہیں۔

شعر و شاعری خانوادہ جلیلہ کی روایات میں شعر و شاعری کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ چنانچہ انور علی شاہ کو بھی اس کا بچپن سے شوق تھا۔ ان کے عنفوان شباب کے زمانے میں بلقان اور طرابلس کے واقعات نے اور اس کے بعد خلافت اور آزادی وطن کی تحریکوں نے ہندوستانی نوجوانوں میں بیداری پیدا کر دی تھی۔ ”زمیندار“ کی تحریروں اور مولانا ظفر علی خاں کی تقریروں نے ان کی کایا پلٹ دی۔ انور علی شاہ بھی ان حالات سے متاثر ہوئے اور قومی نظمیں لکھنے لگے۔ وجاہت حسین جھنجھانوی مدیر آفتاب زمیندار سے ان کا تعارف ان کے عم زاد بھائی اور ہم زلف افتخار احمد صاحب (برادر نامی)

کاتب اخبار نے کرایا۔ انور علی شاہ نے شروع شروع میں انہیں کلام دکھایا۔ بعد ازاں وزیر علی صاحب حاجی مرحوم (برادر کلان نامی) نے ان کے اشعار دیکھے تو انہیں اپنے دوست مسیاں عبد المجید صاحب آزل کے پاس لے گئے اور انور علی اُن سے اصلاح لینے گئے۔ اس اعتبار سے شاعری میں آزل ان کے اُستاد ہیں۔ حامی مرحوم۔ نامی صاحب اور آزل صاحب دارغ دہلوی کے شاگرد ہیں۔

ذیل میں انور علی صاحب کی شاعری کے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱)

مصطفیٰ کمال پاشا کی کامیابی پر ہلالِ رعیند کے زیر عنوان ایک نظم لکھی جو مندرجہ ذیل ہے۔

”مدینہ“ بخیر میں شائع ہوئی ہے

طلوعِ حُسن ہوا ہے قریبِ شامِ مرا

بلندِ عمر سے بھی سے بہتِ معتمدِ مرا

ہلالِ احمر ثانی ہوں آسماں پر بلند۔

سلامِ عبید ہے اسے دوستِ سلامِ مرا

بہر کمالے زوال و بہرِ زوالے کمال

دلیلِ عام ہے اس بات پر نظمِ مرا

عروج ہو مرا یا رب نصیبِ یارِ عزیز

زوال دشمن دیں ہو زوالِ تمامِ مرا

دس ہزار کی ضمانت طلب ہونے پر ”زمیندار“ بند ہو گیا تو ”آفتاب“ نے اس کی جگہ لی۔
 ان دونوں اخباروں میں ان کی متحدہ نظمیں شائع ہوئیں۔ آفتاب میں شائع شدہ ایک نظم کے اشعار
 ملاحظہ ہوں ۷

مسلمانوں تمہاری ہستیوں سے پھر ہے کیا حال
 اماکن پر تمہاری زندگی میں جب خطر آئے
 فرشتے بن کے آئے ہیں مدد کو دین احمد کی،
 محمد شوکت و بادی و آزاد و ظفر آئے

اس دور میں اکبر الہ آبادی کا رنگ بہت مقبول ہوا۔ علامہ اقبال تک نے اس میں
 خامہ فرسائی کی۔ اس طرز میں انور علی شاہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں جو ”آفتاب“ لاہور میں چھپے

دکھا دکھا کے کرشمے وداپنے جو بن کے
 بھائے لیتے ہیں عاشق کے دل کو بن ٹھن کے
 محال منزل مقصود تک ہوا حبانہ
 خواب ہو گئے پرزے تمام انجن کے
 انہیں ہو کر دشمن گردوں سے کیا خطر انور
 اُمید وار کرم ہیں جو رہت ذوالمن کے

رسالہ ”تصوف“ میں ۱۹۲۳ء میں ان کی ایک نعت شائع ہوئی جو درج کتاب ہے

اور جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے ۸

باد صبا برو بہ درود و سلام آ

دوران ملازمت میں ۱۹۲۵-۲۶ء میں انھوں نے ایگریکلچر کالج لائل پور میں زراعتی تعلیم کی ٹریننگ کے سلسلہ میں ایک سال گزارا۔ وہاں آپ ادبی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیتے رہے ایک بار کالج کے قدیم طلبہ کا جلسہ ہوا جس کے مشاعرے کی صدارت میاں فضل حسین صاحب (حال وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی) نے جو اس وقت وہاں (انٹومولوجسٹ) (ENTOMOLOGIST) کے عہدے پر فائز تھے۔ فرمائی۔ اس بزم مشاعرہ میں انور علی شاہ نے ”لنڈا بیل“ کے زیر عنوان ایک مزاحیہ نظم پڑھی جو بہت مقبول ہوئی اور جس کے چند اشعار حسب ذیل ہیں ۵

ہو لنڈا بیل۔ ہل ہو پر بکٹس کا کھیت ہو
اور وہ گرے تو اُس کو سنبھالا کرے کوئی
کٹ جائے ناک بھی تو نہ اُٹھنے کا نام لے
سو بارہ لائٹھیوں سے تو پیٹا کرے کوئی
کاٹھے پہ بازی لے گیا سر کندھے کا پسر

۱۰ لائل پور زراعتی کالج میں اُس زمانے میں ایک لنڈا بیل تھا۔ جب طلبہ ہل چلانے کی مشق کے لئے اسے جوتتے تو بیٹھ جاتا اور پیٹنے پر بھی نہ اُٹھتا۔ لیکن جب اُسے چھوٹ دیا جاتا تو اُٹھ کر بھاگ جاتا۔

اب کیا تمیز نسل کا دعویٰ کرے کوئی
 اس شیر دل کے سامنے رستم بھی مات ہے
 سو مکھیاں جو روز کی مارا کرے کوئی
 اک آن میں شفا ہے درختِ مریض کو
 تجھ پر نہ کیوں گمان مہیجا کرے کوئی
 آنور ہے کیا دھرا ہوا علم و زبان میں
 محفل کا رنگ دیکھ کے بولا کرے کوئی

سیاسی سرگرمیاں | قومی تحریکیوں میں آنور علی شاہ نے نمایاں حصہ لیا۔ پٹنہ
 میں مسلم لیگ کانفرنس ہوئی تو انہوں نے اس میں شرکت
 کی۔ اسی موقع پر وہاں نواب اسماعیل خاں کی کوٹھی پر سرد صا علی کی صدارت میں شیعوں
 کی کانفرنس ہو رہی تھی۔ اتفاق سے آنور علی بھی وہاں چلے گئے۔ اس کانفرنس میں اس وقت
 اردو زبان کی حمایت میں ایک قرارداد پر تیار ہو رہی تھیں انہوں نے بھی اس کی تائید میں
 تقریر کی اجازت چاہی۔ صاحب صدارت نے یہ اعلان کرتے ہوئے کہ اس موضوع پر ایک
 غیر شیعہ کو بھی اظہار خیال کا موقع دیا جا رہا ہے۔ انہیں اجازت دے دی۔

وہ اپنی تقریر میں آنور علی صاحب نے بیان کیا کہ اردو زبان میں مسلمانوں کا مذہبی

مشتی آنور علی صاحب رستم شاعرہ

کلچر موجود ہے اور ہندی زبان میں ہندوؤں کا۔ صوبہ بہار میں کانگریسی حکومت کے زمانے میں ہندی زبان کو رواج دینے اور اردو کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ ہندو کلچر کو زندہ اور اسلامی کلچر کو برباد کیا جائے۔ افسوس کا مقام ہے کہ اس قرارداد میں مسلمانوں کے کلچر پر اس براہ راست حملے کا ذکر نہیں ہے۔

اس لئے قرارداد نامکمل ہے اور جائے تاسف ہے کہ آپ اس نامکمل قرارداد کے پاس کرنے میں بھی بیت و لعل کر رہے ہیں۔

اتنا کہا تھا کہ جلسہ گاہ تالیوں سے گونج اٹھی اور مقرر کی اسی نکتہ آفرینی پر تحسین و مرجبا کے نعرے بلند ہوئے۔

تعلیمی انجمنوں کی سرگرمیوں میں بھی انور علی شاہ نے نمایاں حصہ لیا۔ ایک بار انجمن اسلامیہ جموں کے سالانہ جلسے کے موقعہ پر ایک اجلاس کی صدارت فرمائی اور مؤثر تقریر کی۔ پھر اسی موقعہ پر ایک اور اجلاس کی صدارت انہیں پیش کی گئی۔ جس میں انہوں نے اسلامیہ ہائی سکول میں مال کی تعمیر کے لئے قرارداد پیش کی۔ اس موقعہ پر ایک جلسے کی صدارت قائد اسلامیان جموں و کشمیر پھودھری غلام عباس نے اور دوسرے کی صدارت خواجہ غلام السبیلین ناظم تعلیمات ریاست نے فرمائی۔ دوسری جنگ عظیم کے خاتمے پر مصنف نے دیگر اکابر پنجاب کی طرح تحریک آزادی پاکستان میں نمایاں حصہ لیا۔ مختلف سیاسی کانفرنسوں میں شرکت کی اور تقاریر سے لوگوں میں سیاسی بیداری پیدا کی۔

ضلع شیخوپورہ کے دیہاتی عوام تک قائد اعظم کا پیغام پہنچانے میں ان کا خاص

حقتہ ہے۔ ایک بار مرید کے مسلم لیگ کے اجلاس میں حضرت مولانا ظفر علی خاں کو بلوا کر ان سے تقریر کرائی۔ ایک بار انہیں پٹیالہ دوست محمد کے جا کر خالص دیہاتی آبادی میں ان کی شوخی گفتار کے کرشمے دکھائے۔ مجھے یاد ہے کہ اس زمانے میں انور علی شاہ کی سیاسی سرگرمیوں کا تذکرہ ”زمیندار“ کے اوراق کی زینت بنا کرتا تھا۔ اسی اثنا میں ہوشیار پور ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کانفرنس کا اجلاس ارمڑ ٹانڈہ میں ہوا۔ مولانا ظفر علی خاں اور دیگر اکابر کے ہمراہ انور علی شاہ بھی اس میں شریک ہوئے اور رات کے اجلاس کی صدارت فرمائی اور تقریر بھی کی۔

سرور شوکت حیات خاں کی معزولی کے زمانے کا ذکر ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح علیہ الرحمۃ سیالکوٹ جلتے ہوئے مرید کے سے گزرے۔ انور علی شاہ نے قلیل مدت کی اطلاع پر لب سڑک خیمے نصب کر کے جلسے کا انتظام کیا اور نہروں کی تعداد میں دیہاتی لوگ اپنے قائد اعظم کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے۔ صدر ہتھکالیہ کی حیثیت سے انور علی شاہ نے سپاس نامہ پیش کیا۔

حضرت قائد اعظم نے جوابی تقریر فرمائی اور بہت مسرور ہوئے۔ سرور شوکت حیات راجہ غضنفر علی خاں۔ شہید ملت لیاقت علی خاں اور ملک محمد انور سابق صدر ڈسٹرکٹ مسلم لیگ سابق مشیر اعلیٰ حکومت پنجاب قائد اعظم کے ہمراہ تھے۔ انہوں نے بھی تعزیر فرمائیں۔ الالبان مرید کے اس سعادت کو ہمیشہ یاد رکھیں گے کہ قائد اعظم نے ان کے گلاس کو منہ لگایا اور سوڈا نوش فرمایا۔

دیہاتی آبادی کے جوش و خروش سے قائد اعظم بہت متاثر ہوئے اور انہوں نے سیالکوٹ مسلم لیگ کانفرنس میں بھی اس کا ذکر کیا۔ مرید کے مسلم لیگ کے اجلاس کے تمام اخراجات انور علی شاہ نے برداشت کئے۔

طریقت

طریقت میں انور علی شاہ نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت کی۔ یہ سلسلہ اس بزرگ صغیر میں حضرت خواجہ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۶۳۳ھ کی

مساعی سے جاری ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب کا مزار اجمیر شریف میں زیارت گاہ خاص عام ہے پنجاب میں یہ سلسلہ حضرت بابا فرید الدین صاحب گنج شکر قدس سرہ سال وصال ۶۶۴ھ مدفون پاک پٹن کے سبب پھیلا۔ جو حضرت خواجہ معین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اولیاء دہلوی حضرت بابا فرید صاحب گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے۔ دور مغلیہ کے آخری ایام میں حضرت خواجہ فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ جہان آبادی سال وصال ۱۱۹۹ھ نام اس سلسلے کے نام ایک مقتدر بزرگ گزرے ہیں۔ جنہوں نے اس سلسلے کو بہت فروغ دیا۔

ان کے ایک مرید حضرت خواجہ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون چشتیاں سال وصال ۱۲۶۷ھ اس سلسلے کو بہاولپور اور ملتان کے علاقوں میں لائے۔ ان کے خلفاء کوٹ مٹھن ضلع ڈیرہ غازی خان میں مقیم رہے۔ ان میں حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۱۳۱۹ھ بہت مشہور ہوئے جو ملتان کی زبان کے مقتدر شاعر ہیں۔ اور جن کی کافیاں مقبول خاص عام ہیں۔ ان کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا محمد یار صاحب رحمۃ اللہ علیہ سال وصال ۱۳۵۷ھ رہے۔

آپ ایک عذب اللسان مقرر اور پاک باطن درویش تھے۔ ان کا وعظ جو عشق رسول کے مضامین اور سوز و درد کے بیانات پر مشتمل ہوتا تھا۔ سُننے کے لئے لوگ دُور دور سے آیا کرتے تھے۔ دیوان محمدی فریدی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے عارفانہ کلام کا مجموعہ ہے۔ اس میں آپ کا فارسی اُردو اور ملتان کی زبان کا کلام ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اکثر لاہور میں حزب الاخفاف کے اجلاس میں شرکت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے۔ اور مسجد وزیر خاں میں رات کو ان کا وعظ ہوا کرتا تھا۔

حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ہیبت انور علی صاحب نے سلسلہ چشتیہ نظامیہ فخر فریدیہ میں کی اور انہیں میں مولوی صاحب کی ایک زندہ تصنیف شمار کرتا ہوں اور یہ کتاب حکیم کا حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیضان کا نتیجہ ہے۔

حضرت مولانا صاحب محمد یار رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۲ شوال ۱۳۶۱ھ کو انور علی صاحب کو تحریری خلافت نامہ عطا کیا۔ حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ۴ رجب ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۴۷ء کو ہوا۔ مزار پیر انوار ان کے وطن گڑھی اختیار خاں تحصیل خان پور بہاولپور ڈویژن میں ہے۔

وصال کے دو سال بعد ۱۹۵۵ء مطابق ۱۳۶۹ھ کے رمضان شریف میں حضرت مولانا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عالم رویا میں اپنے صاحبزادہ حضرت غلام نازک صاحب کو ارشاد فرمایا کہ قرآن کریم کا وہ نسخہ جس سے میں تلاوت کیا کرتا تھا۔ انور علی شاہ صاحب کو

یہ ہوا کہ حقائق قرآنی ان کے ذہن میں اتار دیئے گئے۔

انور علی شاہ صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد ان کے دل میں اس کتاب کی تسوید و تحریر کا شوق پیدا ہوا اور اس کے مضامین ان کے ذہن پر القا ہونے لگے اور اب کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے مصنف کے خیالات پر اقبال کا اثر بھی نمایاں ہے کتاب کے آخر میں مصنف کی دوسری تصنیف ”خیام و اقبال“ کا کچھ حصہ بطور نمونہ درج ہے۔ یہ کتاب بھی اپنی نوعیت کے اعتبار سے لا جواب ہے اور مصنف کا ابادہ اسے جلد شائع کرنے کا ہے۔ اس میں خیام۔ حافظ اور اقبال کے کلام کے کچھ حصوں کی تشریح مؤلف نے اپنے رنگ میں کی ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ انور علی صاحب کی کتاب پر دیباچہ لکھنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔ میرے آباؤ اجداد سے خانوادہ جلیلہ کے بزرگوں سے محبتانہ مخلصانہ اور برادرانہ روابط صدیوں سے چلے آ رہے ہیں

بروز منگل - ۱۰ اربھواری ۱۴۵۶ھ

مطابق یکم ذی الحجہ ۱۴۵۷ھ

محمد شجاع الدین
استاذ علم تارخ
دیال سنگھ کالج لاہور

نسب اور نسبت

از مصنف

نسب

مجھ کو نسبت ہے نسب میں بواحسن ہنگار سے

پیر پیر غوثِ اعظم کی بڑی سہکار سے

اور حمید الدین حاکم سے بھی نسبت ہے مجھے

تختِ شاہی چھوڑنے والے شہِ ابرار سے

قطبِ عالم بندگی عبد الجلیل ذی اثر

اک گل سہ سبد تھے جو حاکی گلزار سے

نام لیوا ان کا ہے آنور یہ پُورِ گنج بخش
عبدالۃ تصنیف اک ہے اس کی نیک آثار سے

نسبت

بُہل باغِ فریدی کے ہوں نغموں پر فدا
دستِ بیعتِ حضرت والا تحتِ یار سے
جن کے آقا ہیں جنابِ حضرت خواجہ فریدؒ
عشق کا دریا رواں ہے حُسن کے انوار سے
خواجہ گنج شکر حضرت سرید الدینؒ ہیں
جنت الفردوس کا درواہ ہے اس دربار سے

قُطْب دین حضرت جنابِ خواجہ اجمیر بھی
 اور ابراہیم اودھم و تافلہ سالار سے
 سلسلہ ملتا ہے یہ کچھ واسطوں سے اے اخی
 جا کے بصرہ کے حسن سے حمیدہ کرار سے
 یابِ علم مصطفیٰ کا بھی ہوں اک ادنیٰ غلام
 یوں منور دل ہے نور احمد مختار سے
 اس لڑی میں منسلک یہ قدرۂ نابھیر ہے
 قلب اس کا آشنا ہے اس لئے اسرار سے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَذَارِ عَقِیْدَات

بِحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

خدمت میں ان کی پیش ہنے یہ تحفہ حقیر

عالم تمام نور سے جن کے ہے مستنیر

وہ روزِ عید ہے مقبول ہو اگر

رحمت حضور کی مری ہر دم ہو دستگیر

اس نور کی چمک سے ہو روشن ہر ایک دل

پھر ہو جوان از سر نو یہ جہان پیر

ان کی نگاہِ لطف و کرم سے ہے دور کیا

لعل و گہر کا مرتبہ حاصل کرے شعیب

آنور یہ خاص لطف و عنایت کا ہے اثر

تو نے جو لکھ دیئے ہیں مقالاتِ دلپذیر

اے عرسِ حضرت ماما صاحب پر ۱۹۵۳ء میں لکھی گئی۔

پیش لفظ

جب ہندوستان میں انگریزی راج قائم ہو گیا۔ اور مسلمانوں کے عروج کا ستارہ غروب ہو گیا، تو وہ تہذیب کے لحاظ سے پستی کے گڑھے میں گر کر اپنی قدیں بھول گئے۔ اپنے علوم و فنون کے متعلق ان کا احساس کہتری زوال کی حد تک پہنچ گیا۔ جدید مادی علوم کی روشنی نے ان کی آنکھوں میں چمکا چوند پیدا کر دی۔ روحانیت کی جگہ علوم ظاہری اور مادیت نے لے لی۔ قدرتی طور پر اس کا یہ اثر ہوا کہ عقائد میں لرزہ آنے لگا۔ اسلامی اصول و صند لے پڑ گئے۔ معجزات مشکوک خیال کئے جانے لگے۔ معراج روحانی منصور ہونے کا رجحان بڑھ گیا۔ خدا پرست درویشوں پر پھبتیاں کہی جانے لگیں معرفت کا وہ دریا جس نے اس ملک کو سیراب کیا تھا۔ خشک ہو گیا۔ شیر نے اپنی قوت شیری فراموش کر دی۔ اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کو حقارت کی نظر سے دیکھنا معمول عام قرار پا گیا۔ مغربی تہذیب کا سودا ہر سر میں سمانے لگا۔ ہر بات کو جدید روشنی کی عینک سے دیکھنے کی عادت پلٹ سنی ہوئی چلی گئی۔ غرضیکہ اسلامی تہذیب سے بے نیاز ہو کر مغربی تہذیب کو سر آنکھوں پر رکھ لیا گیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے ایک سالانہ اجلاس میں علامہ ڈاکٹر اقبالؒ نے ایک تقریر فرمائی جس کا عنوان ”سپرٹ آف اسلام“ تھا۔ یہ تقریر انگریزی زبان میں ہوئی۔ خاتمہ پر مولوی غلام محی الدین قصوی جو اس وقت انجمن کے جنرل سیکرٹری تھے اردو زبان میں تقریر کا خلاصہ بیان کرنے کے لئے اُٹھے۔ مگر یہ کہہ کر کہ ”ڈاکٹر صاحب نے فرمایا ہے۔“ خاموش ہو گئے۔ پھر محاپکار اُٹھے کہ ”ڈاکٹر صاحب کا لیکچر ہمارے سروں سے گزرا اور بچا گیا ہے“ علامہ صاحب نے آپ کو کندھے سے پکڑ کر

پیچھے ہٹا لیا۔ خود دوبارہ سیٹج پر آئے اور فرمایا :-

کسی نے کیا خوب کہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بڑھ کر نعت نہیں ہو سکتی

۵ موسے زہوش رفت بیک جلوہ صفات

تو عین ذات سے نگری در بستی

آپ نے موسیٰ پر حضور پاکؐ کی فضیلت بیان کی اور کہا کہ اگر معراج شریف کو روحانی

مانا جائے تو ہمارے پلے کیا ہے۔ یہ ایسی بات ہے جو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

تمام انبیاء پر فضیلت دیتی ہے۔ اسی خصوصیت کی وجہ سے ملت اسلامیہ سب امتوں پر فائق ہے

اس کتاب میں بھی آیات مقدسہ احادیث شریف اور علامہ اقبالؒ کے اشعار سے روحانی حقائق

حتی المقدور واضح طور پر بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ امید کہ قارئین کرام پسند فرمائیں گے

۶ ”ہزار بار بشوئم دہن نہ مشک گلاب

ہنوز نام تو گشتن کمال بے ادبی است



تشکر کیا :- میں اپنے دوستوں مولینا مولوی عبید اللہ صاحب سابق پروفیسر زمانہ اسلامیہ کالج

لاہور اور مولینا مولوی مرالدین صاحب مدرس حزب الاحناف لاہور کا تہ دل سے شکریہ

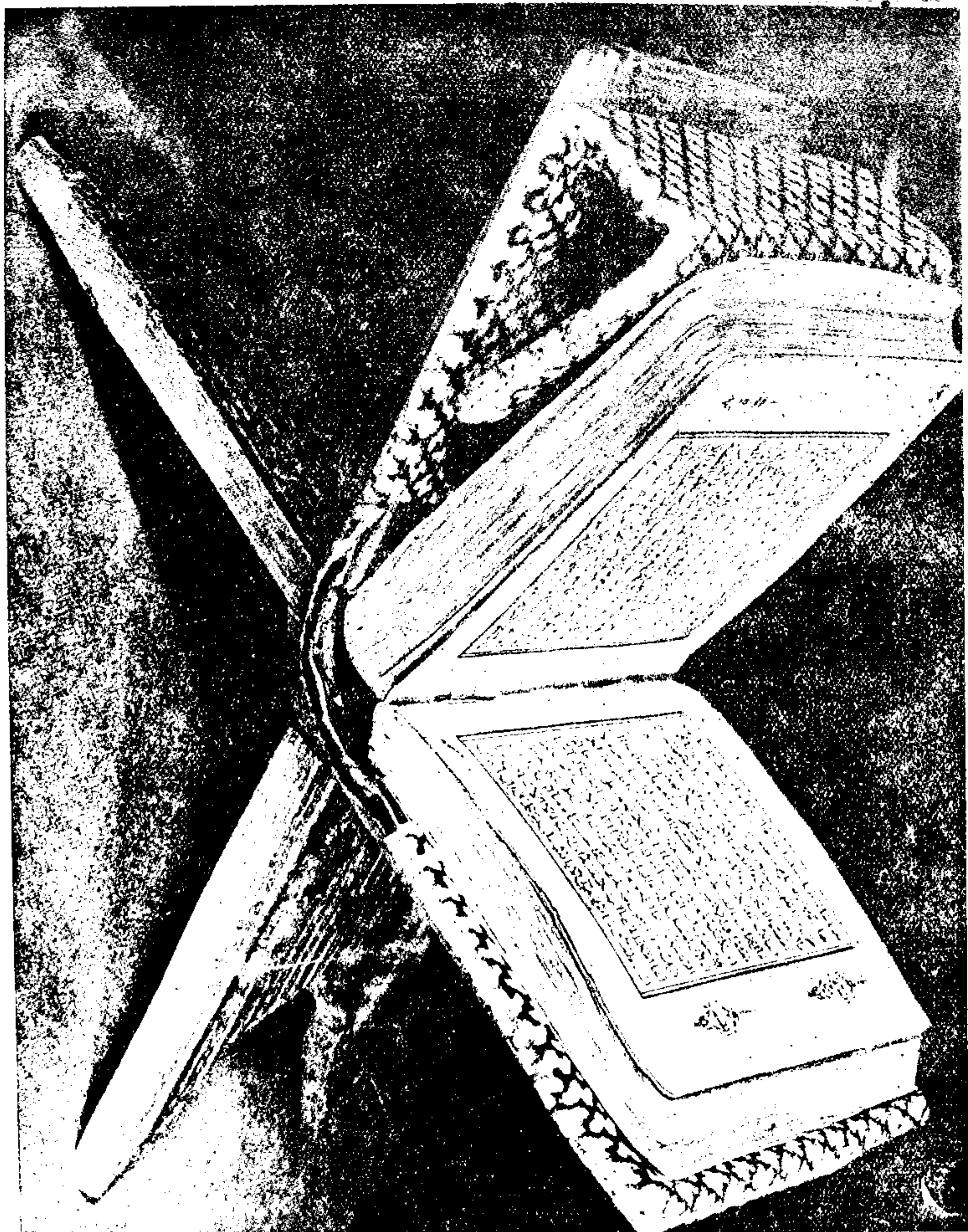
ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے مجھے مفید مشوروں سے مستفید فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر

دے۔ آمین ثم آمین۔

آلود ہاشمی

رباعی

میپندار این ز طبع نارسا
 که هست از فیض شیخ با صفا
 تاسف کن اگر شیخ نداری
 و گرداری بیندیشی نوا



تحفہ قرآن حکیم

۱۳۶۲ ہجری میں اپنے مرشد کامل حضرت والا تبار سے حاصل ہونے پر
وہ سجادہ نشین و مسند آرا

جو اہل دل کی ہے آنکھوں کا تارا
بخواب ناز آں نازک خیالے

حقیقت شد بروش آشکارا
یہ تھا حضرت کا ارشاد گرامی

عطا انور کو ہوتا تر آں ہمارا
اساس اس نسخہ نادر کی ہے یہ

اسی سے ہے بلند اس کا ستارا
بریں نعمت چہرا انور نازم
دوا دادند درد لا دوا را

۱ صاحبزادہ غلام نازک صاحب سجادہ نشین:

۲ حضرت مولانا صوفی محمد یار صاحب رحمۃ اللہ علیہ گڑھی اختیار خاں یاست بہاولپور

غیبی تصدیق

اک رات اضطراب کی حالت میں سو گیا
 دل میں تھا اس کتاب کا مضمون بسا ہوا
 دیکھا جناب حضرت عالی وقار کو
 جن سے ہے درسِ رشد و ہدایت مجھے ملا
 بیٹھے ہیں شانِ تمکنت و امتیاز سے
 اور سامنے کھلا ہے ورق۔ اک کتاب کا
 پایا عجیب نور کے روشن حروف سے
 گوشہ میں اس ورق کے محمدؐ لکھا ہوا
 نہرایا اضطراب مرے دل کا دیکھ کر
 ”مضمون درست کر دیا ہم نے کتاب کا“

اللہ

حُسن کے جلووں نے جب دیکھا لگاہ شوق کو
بل گئیں آنکھیں تو عالم آشکارا ہو گیا

محلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خدا دے عزوجل، اور رسول (اکرم صلی اللہ علیہ وسلم)

پوچھا کسی نے مجھ سے بتا دیجئے ذرا

”اس بات کا یقین ہو ا کیوں کر کہ ہے خدا

میں نے کہا کہ مخبر صادقؐ نے دی خبر

دیکھا ہے جس نے چشم مبارک سے بر ملا

بھپکی ذرا بھی آنکھ نہ اٹنائے دید میں

آیا ہے جس کی شان میں مازاغ ماطغی

مجھ کو اسی شہادت عینی پہ ناز ہے

جس کے ہیں وہ حبیب وہی ہے مرا خدا

آنور یہ اُن کی شانِ کریمی کا ہے بیاں

جن سے خدا کی شان کا ہم کو پستہ ملا

تعارف

آں گلے از باغ مولنا سرید
 پاک درویشے کہ حوئے آفرید
 چشم اور روشن دلش بیدار بود
 نام نامیش محمد یار بود
 بر لبش ہر دم کلام پیر روم
 حرف شیریں گفت در این مرز بوم
 آنچہ اوست نمود ہم قبال گفت
 ایں در نایاب در حبا وید سفت
 فاش تر گفتند راز عبدہ
 مے شناسم ز اں فراز عبدہ

حمد

کون و مکاں میں تیرے سوا اور کچھ نہیں
ہر چیز میں ہے جلوۂ ترا اور کچھ نہیں

نعت

بادِ صبا! برو بدر و دو سلام ما
 اے نگہِ لطفِ تستِ حیاتِ دوام ما
 اے قطرہٗ زباوہٗ عشقتِ فزولِ تست
 آں دل کہ گشتِ حبِ لہو کہ نورِ پاکِ تو
 فرما کہ درِ ہوائے تو پروازِ چوں کنیم
 ماخستہ ایم و راہِ نیا بیم در جہاں
 ایں لبتج از آنورِ خستہ قبول باد
 از ورہ نامِ اقدس تو اختتام ما

مقبول بندوں کے درجات

اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے :-

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ وَمَنْ يَصْحَبِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ
الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ
وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا

ترجمہ درجن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کی، پس وہ ان لوگوں کے ساتھ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ انبیاء صدیقینؑ۔ شہداءؑ۔ اولیاء اللہؑ اور وہ بہترین رفیق ہیں)

اس آیت اقدس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندوں کو چار درجوں میں تقسیم کیا ہے پہلا درجہ نبیوں کا ہے دوسرا صدیقیوں۔ تیسرا شہیدوں اور چوتھا ولیوں کا۔ شہیدوں کے متعلق ارشاد ہے :-

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَا
كُنْ لَا تَشْعُرُونَ ۝

وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں قتل ہوئے۔ ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم (ان کے طریق کو نہیں جانتے)

شہیدوں کا درجہ تیسرا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہ زندہ ہیں۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان سے اونچا درجہ رکھنے والے صدیق رض اور نبیؐ کیوں زندہ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ زندگی جس کا ذکر قرآن پاک نے فرمایا ہے۔ ان چاروں درجہ والے بزرگوں کو حاصل ہے۔ شہیدوں کے متعلق وضاحت اس لئے کی گئی ہیں کہ ان میں ولی بھی ہیں۔ اور غیر ولی یعنی عام مسلمان بھی۔ جو اپنے اعمال کے لحاظ سے یوں تو ان درجوں میں سے کسی کے مستحق نہیں۔ مگر جب وہ شہادت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں تو ان کو بھی وہی زندگی حاصل ہو جاتی ہے جو اس کے مقبول بندوں کو حاصل ہے۔ جن کو مندرجہ بالا درجوں میں شمار کیا گیا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے۔ سب سے پہلا درجہ انبیاءؑ کا ہے۔ چونکہ حضور پاک خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس لئے یہ درجہ اب کسی کو حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد صدیقیت کی باری ہے۔ اس کا حصول بھی نہایت مشکل ہے۔ اب ہمارے فائز المرام ہونے کے لئے عام طور پر دو درجے باقی ہیں۔ ایک شہیدوں کا، دوسرا صالحین یا اولیاء کا۔ آخر الذکر مرتبہ حاصل کرنے کے لئے بڑی محنت درکار ہے اور کمال زہد و اتقا کی ضرورت جو ہر شخص کے لئے آسان نہیں، مگر شہادت کا درجہ حاصل کرنا ہر مسلمان کے لئے ممکن ہے جو جہاد میں شریک ہو کر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتا ہے۔ جب وہ تمام دنیاوی تعلقات کو قطع کر کے دل میں حصول شہادت کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو اس میں صالحیت خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔

۵

کس نہ اندھ جز شہید ایں نکتہ را

کو بجان خود خسریا ایں نکتہ را (علامہ اقبالؒ)

شہید کے سوا اس راز کو کوئی نہیں جانتا۔ اس نے جان جیسی گرہ قیمت چیز دے کر

اسے خریدا ہے۔

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ

(اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے جان و مال سے جہاد کرو)

جہاد میں سب سے بڑا مدعا شہادت حاصل کرنا ہے۔ ملک و مال کے حصول سے

غرض نہیں۔ یہ تو اضافی چیزیں ہیں جو خود بخود حاصل ہو جاتی ہیں

شہادت ہے مطلوب و مقصود ممکن

۵

نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی (علامہ اقبالؒ)

شہید کی زندگی کے متعلق مجھے ایک مثال یاد آگئی۔ غازی علم الدین لاہوری نے

راجپال مولف ”زنگیدار رسول“ کو قتل کر دیا تھا۔ اس کی پاداش میں اسے میا نوالی جیل

میں تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اس نے یہ کام حب رسولؐ کے جذبہ سے سرشار ہو کر کیا تھا۔

پس اسے شہادت کا مرتبہ مل گیا۔ کوشش کی گئی کہ نعش اس کے وطن شہر لاہور میں لائی

جلتے جو اس وقت میا نوالی جیل کے اندر ہی دفن کر دی گئی تھی۔ اس جدوجہد میں نصف

ماہ کا عرصہ گزر گیا۔ منظوری حاصل ہو جانے پر تمام افسران ضلع نعش کی حوالگی کے لئے موقع پر

آئے قبر کی کھدائی شروع ہوئی۔ ایک عینی شاہد کا بیان ہے کہ تمام افسر اپنے اپنے رومال

نکال کر اس طرف کھڑے ہو گئے۔ جدھر سے ہوا آ رہی تھی۔ تاکہ تعفن سے محفوظ رہیں۔ مگر جب نعرش نکالی گئی تو وہ بدستور صحیح سلامت تھی۔ جیسے ابھی ابھی تختہ دار سے اتاری گئی ہے۔ نیز ہوا میں گلاب کی سی بھینی بھینی خوشبو پھیلی ہوئی تھی گو وہاں پھول نہ تھے نہ باغ۔

اس سے پہلے کہ تمام انبیاء پر حضور پاک کی فضیلت بیان کی جائے۔ ہمیشہ کی زندگی کی توضیح ملاحظہ فرمائیے۔

حیات جاوید

قرآن پاک میں انسانوں کے ساتھ جنات کا بھی ذکر ہے **يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ** (اے انسانوں اور جنوں کے گروہ) مغربی تعلیم کی روشنی میں اکثر تعلیمیافتہ اصحاب ان کی ہستی کو تسلیم کرنے سے محترز ہیں۔ مگر آئے دن کے واقعات اس صداقت کی روشن دلیل ہیں۔ ایسے مکانات میں جہاں ان کا تصرف ہو۔ آگ لگنے، پتھر گرے، کپڑے کٹ جانے اور اشیاء گم ہو جانے کے واقعات ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ ابھی گوجرانہ میں ایسے ہی ایک مکان کے حادثات کی یاد محو نہیں ہوئی۔ ان کی ہستی کا ثبوت اس سبب زدہ مریضوں سے بھی ملتا ہے۔ مریض بالکل اُن پڑھ رہے۔ مگر قرآن مجید کی آیات کی تلاوت خوش الحانی سے کر رہا ہے۔ جب اسے ہوش آتا ہے تو ایک لفظ بھی نہیں سنا سکتا۔ جنات کی نسل آتشیں ہے۔ جسم ہوا کی مانند غیر مرئی۔ اسے چھو پھیر نہیں سکتے۔ طاقت انسان سے بہت

زیادہ۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ تیزی سے حرکت کرتے ہیں۔ بعینہ اسی طرح فرشتوں کا جسم نوری ہے۔ جسم غیر مرئی۔ یہ زمین سے آسمان تک حرکت کرتے ہیں۔ ان کی غذا بھی لطیف (نورانی) ہوتی ہے۔ زندہ جاوید انسانوں کا جسم بھی فرشتوں کی طرح نوری ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرتے ہیں۔ ان کی غذا بھی لطیف (نورانی) ہوتی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے ریشم کے کیڑے کی زندگی پر غور کیجئے۔ اس کی چار حالتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ انڈے۔ پروار مکمل کیڑے کی حالت میں مادہ انڈے دیتی ہے۔

۲۔ کرم یا سنڈیاں۔ ان انڈوں میں سے ننھے ننھے کرم نکلتے ہیں جو توت کے پتے کھا کر بڑی بڑی سنڈیاں بن جاتے ہیں۔

۳۔ کوپیا یا ٹوٹی۔ یہ سنڈیاں اپنے منہ سے ریشمی تار نکال کر اپنے گرد ٹوٹی بنا لیتی ہیں۔

۴۔ پروار کیڑا۔ اس ٹوٹی سے کچھ دنوں بعد پروار کیڑا نکل آتا ہے۔ جو سنڈی سے تبدیل ہو کر بنا ہے۔ اس صورت میں یہ پھولوں کا رس چوستا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس کیڑے کی غذا سنڈی کی حالت میں درختوں کے پتے مٹی میگو پر دل کیڑے کی حالت میں پھولوں کا رس۔ پہلی حالت میں کثیف مٹی۔ دوسری میں لطیف۔

یاد رہے کہ زندہ جاوید لوگوں کے مدفن جسم بالکل اسی حالت میں قائم رہتے ہیں۔ جیسے فوتیدگی کے وقت تھے۔ ان میں ہزاروں سال تک بھی کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا۔ انفا فیہ کھدائی سے آپ نے بعض جسم صحیح سلامت دیکھے ہوں گے۔

حضور پاکؐ کی فضیلت

تمام انبیاء پر

نبیوں کے متعلق ارشاد ہے۔ وَلَا تَقْرَاقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِۦ

(تم نبیوں میں سے کسی میں بھی فرق نہ کرو۔)

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمُ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ

(ہم نے رسولوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی

حضور پاکؐ کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

حسین یوسف۔ دم عیسےٰ یدِ بیضا داری

آنچہ خواں ہر داند تو تنہا داری

حسن یوسف۔ حضرت یوسفؑ بے حد حسین تھے۔ جنابہ زلیخاؑ ان کے حسن

بے مثال پر فریفتہ ہو گئیں۔ مصر کی عورتوں نے ان کو ایک غلام پر شیدا ہو جانے کا طعنہ دیا

آپؑ نے ایک دعوت میں سب کو بلایا۔ ان کے سامنے عمدہ عمدہ پھل رکھے۔ ان پھلوں کو

کاٹ کر کھانے کے لئے چھڑیاں بھی مہیا کیں۔ جب وہ پھل تراش کر کھانے میں مشغول ہو

گئیں۔ تو حضرت یوسفؑ کو ایسے دروازہ کے سامنے سے گزرا۔ جہاں سے سب کی نظر

ان پر پڑ سکے۔ چنانچہ اس حسن مجسم کو دیکھتے ہی انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں

حَاشَ لِلّٰهِ مَا هُوَ ابْتِشَارٌ اِنْ هٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۝

(خدا کی قسم یہ ہرگز انسان نہیں۔ بلکہ یہ تو ایک بزرگ فرشتہ ہے۔)

مگر حضور پاکؐ کے حسن کا یہ عالم تھا کہ آپؐ کے جسم اطہر کا سایہ ہی نہیں تھا۔

یعنی آپؐ کا مبارک بدن اس قدر شفاف اور روشن تھا کہ سورج کی شعاعیں اس سے سایہ پیدا نہیں کر سکتی تھیں۔ جیسا کہ لیمپ کی چمکی کا سایہ نہیں ہوتا جو کہ شیشہ سے بنی ہوئی ہے اور شفاف ہے

۴۱ عیسیٰؑ۔ حضرت عیسیٰؑ کا یہ معجزہ تھا کہ آپؑ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے ایک

دن حضرت غوث پاکؒ کا گزر بازار میں ہوا۔ ایک جٹ غفیر دیکھا، پوچھا کیا ماجرا ہے۔ معلوم

ہوا، کہ ایک عیسائی کسی مسلمان سے بحث کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سب

نبیوں سے افضل تھے۔ کیونکہ وہ مردہ زندہ کر دیتے تھے۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ کام تو حضور پاکؐ

کے غلام بھی کر سکتے ہیں۔ چنانچہ آپؑ نے ان سب لوگوں کے سامنے مردہ زندہ کر دکھایا۔

۴۲ یکد بیضا۔ حضورؐ سے ۴ کا ایک معجزہ یہ تھا، کہ جب ہاتھ بغل میں دے

کر نکالتے تھے تو وہ بالکل روشن اور سفید نظر آتا تھا۔ ان کے علاوہ ان کا عصا معجزہ کے

طوے پر کبھی جگہ ہنعال ہوا۔ مثلاً آپؐ نے زمین پر مار کر اپنی قوم کے لئے پانی کے چشمے جاری

کئے۔ فرعون کے ساحروں کے مقابلہ میں اس نے اژدھا کی صورت اختیار کی، اور ان کے

سحر سے بنے ہوئے تمام سانپ ہڑپ کر لیے۔ جب فرعون کے لشکر نے آپؐ اور آپؐ

کی قوم کا تعاقب کیا تو آپؐ نے اسے دریا کی سطح پر مارا۔ جس سے پانی میں خشک راستے

بیدا ہو گئے۔ ان راستوں سے آپؐ اپنی قوم سمیت صحیح سلامت پار اتر گئے۔ مگر فرعون معہ

لاؤ لشکر کے غرق ہو گیا۔

ان معجزات کے علاوہ ایک اور بات تھی، جو دوسرے انبیاء میں نہیں پائی جاتی، وہ یہ کہ آپ نے جوأت کر کے بارگاہ الہی میں عرض کی کہ اُرِنِی الْظُّرَّ الْمَلِیْکَ۔ اے رب مجھے اپنا دیدار دکھا، حکم ہوا۔ کُنْ تَرَ اِنِّی۔ تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا۔ یعنی آپ میرے دیدار کی تاب نہیں لاسکیں گے۔ آپ مُصَرِّ ہوئے تو نور کی ایک شعاع کوہ طور پر ڈالی گئی۔ جس سے آپ بے ہوش ہو گئے اور طور جل گیا۔

ع ”موسے زہوش رفت بیک جلوہ صفات“

حضرت موسے ایک ہی صفاتی جلوہ سے بے ہوش ہو گئے۔

علامہ قسبالؒ فرماتے ہیں۔

۵ اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی

مگر بقول ان کے۔

۵ گاہ مری نگاہ تیز چیر گئی دل وجود،
گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں

علامہ صاحب کا اشارہ اس شعر میں معراج شریف کی طرف ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی میری (انسان) کی تیز نگاہ کائنات کے وجود کا دل چیر گئی۔ جیسا کہ حضور پاکؐ نے کائنات کے وجود کو طے کر کے عرش معلیٰ پر رسائی حاصل کی۔ جہاں حضرت جبرئیلؑ

نہ پہنچ سکے۔ دوسرے مصرعہ میں انسانی پست خیالی کا ذکر ہے کہ کبھی اس کی نگاہ اپنے
توہمات میں پھنس کر رہ گئی اور اسے خدا کا پتہ نہ مل سکا۔ یعنی اہل فلسفہ و منطق کی طرح دلائل
کے چکر میں پھنس کر رہ گیا اور اسے خدا تعالیٰ کی ہستی کا پتہ نہ مل سکا۔

عشق کی اک جہت نے طے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

(علامہ اقبال)

علامہ فرماتے ہیں۔ موجودہ سائنس کی روشنی میں میں یہ خیال کرتا تھا کہ یہ زمین اور آسمان
نہایت ہی وسیع اور ناقابل گزر ہیں۔ کیونکہ ابھی تک نہ تو چاند تک رسائی ہوئی ہے۔ نہ
مریخ سے گفت و شنید میں کامیابی۔ مگر عشق کی ایک ہی چھلانگ نے یہ قصہ تمام کر دیا
کیونکہ حضور پاکؐ معراج شریف میں عرش معلیٰ پر جا پہنچے۔

عقل گو آستان سے دور نہیں

اس کی نفستدیر میں حضور نہیں

(علامہ اقبال)

عقل کل حضرت جبرائیل کا اسم گرامی ہے۔ گو عقل کی انتہائی قوت یعنی حضرت
جبرائیلؑ آستانہ عالیہ سے قریب ہی رہتے ہیں۔ مگر ان کو حضوری حاصل نہیں ہے۔
کیونکہ شب معراج میں جب آپؐ حضور پاکؐ کے ہمراہ گئے تو سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچ کر
آگے بڑھنے سے عاجز آگئے اور کہا۔

اگر یک سرموئے بد تو پریم

فروغ تجلے بسوزد پریم

رومیؒ

اگر میں اس سے بال بھر بھی آگے بڑھوں تو نور الہی کی تیزی میرے بال و پر
جلا کر رکھ دے گی۔

اس سے ثابت ہوا کہ جس نور کی ایک شعاع کی تاب حضرت موسیٰؑ آسمان سے
اتنے فاصلے کے باوجود نہ لاسکے اور جس کی تابش سے حضرت جبرائیلؑ کو اپنے بال و پر
جل جانے کی فکر لاحق ہوئی۔ اس نور کو آپؐ نے شبِ معراج میں انتہائی قرب سے دیکھا
تبسم سے برداشت کیا اور آنکھ تک نہ جھپکی۔

”موسےؑ نہ ہوش رفت بیک جلوہ صفا“

تو عین ذاتِ مے نگری در تبسمی“

اس بیان میں تمام انبیاءؑ پر حضور پاکؐ کی فضیلت بیان ہو چکی ہے۔ آپؐ کا طرہ
انتیاز صرف یہ فضیلت ہی نہیں، بلکہ آپؐ کا رتبہ اس سے بھی بہت بلند ہے۔ یوں
سمجھ لیجئے کہ آپؐ سب پر فائق ہی نہیں بلکہ تمام کائنات کی روح ہیں۔

روحِ کائنات

(ماخوذ از جاوید نامہ اقبالؒ)

عالمِ بالا۔ ارواحِ غالب و حلاج

مشتی کے ایک پُر فضا مقام میں غالب دہلوی اور منصور حلاج کی رو میں خوش گپیاں اڑا رہی ہیں۔ اس اثناء میں مولانا روم (پیر رومی) کی روح مع زندہ رود علامہ اقبالؒ (مرید ہندی) کے دہاں پہنچتی ہیں۔ کسی ملاقات کے بعد یوں گفتگو ہوتی ہے۔

اقبالؒ :- (زندہ رود) آپ دونوں حضرات مومنوں کے مقام بہشت سے دور یہاں کیوں پڑے ہیں اور فردوس سے دوری کی کیا وجہ ہے آپ کا مقام وہاں کیوں نہیں غالب و حلاج :- ملا کی جنت شرابِ طور سوریں اور غلمان ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے

سے علامہ اقبالؒ نے کتاب جاوید نامہ میں یہ اسلوب بیان اختیار کیا ہے کہ آپ نے مشاہیر عالم بندگوں کو جو اس دار فانی سے رحلت فرما چکے ہیں ان کے مراتب کے لحاظ سے ان کو مختلف سیاروں، ستاروں اور بہشت میں دکھایا ہے اور نور و روحانی طور پر مولانا روم کی رہنمائی میں ان سے ملاقات کا منظر پیش کر کے ان کی تعلیم ظاہر کی ہیں۔ چنانچہ مرزا غالب مرحوم دہلوی مشہور شاعر اور منصور حلاج جو انا الحق کا نعرہ لگانے کی وجہ سے دار پر

لٹکاٹے گئے تھے۔ ان دونوں کو مشتری میں دکھایا گیا ہے۔ 58529

مشرّب کے خلاف لوگوں کو جنت کے قابل نہیں سمجھتا۔ اس لئے اسے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے۔ اس کے برعکس ہم آزاد لوگ ہیں۔ ہماری جنت ہمیشہ کی سیر ہے۔ اسی تقریب سے ہم یہاں مشتری میں وارد ہیں۔

اقبالؒ: غالب سے مخاطب ہو کر اپنے ایک شعر کا مطلب سمجھا دیجئے۔
غالبؒ: فرمائیے۔

اقبالؒ: قمری کفِ خاکسترو بلبّل قفسِ رنگ

اے نالہ نشانِ جگرے سوختہ کسیت

بلبل رنگ کا پنجرہ ہے اور فاخترہ راگھ کی مٹھی یعنی بے رنگ ہے۔ ان دونوں

میں جو دردناک آواز (عشق کی صدا) پائی جاتی ہے۔ یہ کہاں سے آتی ہے۔

غالبؒ: یا برنگ آ۔ یا بہ بیرنگی گذر

تانشانے گیری از سوزِ جگر

یا تو بلبل کی طرح رنگ اختیار کر۔ یا فاخترہ کی طرح بے رنگی۔ اس طرح تجھے وہی

دل کا سوز و گداز حاصل ہو جائے گا۔ جو ان دونوں کو حاصل ہے۔

اقبالؒ: اس سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ آپ جانتے ہیں۔

صد جہاں پیدا دریں نیلی فضا ست

ہرزماں را اولیاء و انبیا ست

اس نیلوں سہماں کے نیچے سینکڑوں جہاں ظاہر ہیں۔ کیا ہرزماں کے لئے

اولیاء انبیاءؑ موجود ہیں ؟

غالب :- کیوں نہیں۔ اچھی طرح غور کر۔ اس دنیا میں بے درپے جہان ظہور میں آتے ہیں

ہر کعبا ہنگامہ عالم بود

رحمت اللعالمین، ہم بود

جہاں بھی دنیا کا ہنگامہ گرم ہوتا ہے۔ وہاں رحمت اللعالمین موجود ہیں۔

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمتا للعالمین

(بنا کر بھیجا ہے)

نیز۔ خَلَقَ فَسَوَّىٰ وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَىٰ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پس اسے مناسب طبعی

عطا فرمایا۔ اور وہ اللہ جس نے انسان کی تقدیر (تعیین) کی اور اسے ہدایت سنائی۔

خلق تقدیر اور ہدایت ابتدائی چیزیں ہیں۔ جن کے لئے یہ پیدا کی گئی ہیں وہ رحمتا للعالمین

کی ذات گرامی ہے۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا

سب غائتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو (مولانا طفر علی)

اقبال :- اس بیان کی روشنی میں اپنے شعر کا مطلب بیان کیجئے۔

غالب :- میں نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ اس سے زیادہ اس کے متعلق کچھ نہیں بیان کر سکتا

اقبال :- اوہو! آپ تو بڑے بلند پایہ شاعر ہیں۔

فکر انساں پر تری ہستی سے یہ روشن ہوا ہے پر مرغِ تصور کی رسائی تا کجا

غالب : ہم لوگ بے معجزہ پیغامبر ہیں
 ع ایں کلہماں بے یدِ بیضا ستند
 مجھے حقیقت حال کی خبر نہیں۔

ع آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد
 جن کو خبر ہو گئی ان کی پھر کوئی خبر نہیں آئی۔

اقبال : منصورِ حلاج سے مخاطب ہو کر آپ غالب کے اس شعر پر روشنی ڈالئے۔
 اقبال : قمری کفِ خاکسترو ببلِ قفسِ رنگ
 اے نالہ نشانِ جگر سوختہ کیت

منصور حلاج - ببلِ رنگ کا پیجرہ ہے اور فاختہ بے رنگ - یہاں رنگ سے مراد عالمِ ظاہر ہے اور بیرنگی سے عالمِ باطن - پس سوال یہ ہے کہ اس عالمِ ظاہر و باطن کی روح کیا ہے۔
 اقبال : میں بھی یہی دریافت کرنا چاہتا ہوں - سنائیے۔

منصور حلاج : ہر کعبا مینی جہانِ رنگ و بو
 آنکہ از خاکش بروید آرزو
 یاز نورِ مصطفیٰ اورا بہاست
 یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

جہاں کہیں بھی عالمِ ظاہر و باطن قائم ہے اور جہاں رنگی کے آثار پائے جاتے ہیں یا تو وہ جہاں حضرت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے نور سے روشن ہے - یا ابھی حضور کی

تلاش میں ہے۔ گویا اس جہان کی روح حضور سرور کائنات ہیں
 مزید ثبوت :- جب حضور اقدس شب معراج آسمان پر تشریف لے گئے، تو
 بستر گرم رہا۔ اور زنجیر ہلتی رہی۔ بعض مفسرین کے قول کے مطابق آپ اٹھارہ سال تک آسمانی
 سیاحت میں مصروف رہے۔ مگر اس قدر طویل عرصہ کے باوجود آپ کی واپسی تک زنجیر ہلتی رہی
 اور بستر گرم رہا۔ جیسا کہ اوپر ثابت ہوا ہے کہ حضور اقدس عالم کی روح ہیں اور کائنات آپ کا وجود
 ہے۔ آدمی کی زندگی حرکت ہے۔ جب وہ بے ہوش ہو جاتا ہے جسم کی حرکت بند ہو جاتی ہے
 ہوش آنے پر اس کے بدن کا ہر ساکن عضو متحرک ہو جاتا ہے۔ جب جہان کی روح حضور انور آسمان
 پر تشریف لے گئے تو بدن یعنی جہان بے حس و حرکت ہو گیا۔ سورج چاند زمین کی گردش رک گئیں۔
 بستر گرم اور زنجیر ہلنے پر جہان کا کاروبار بند ہوا۔ خواہ اس میں کتنا ہی عرصہ گزر گیا۔ وہ عرصہ جو دن
 رات کی قید سے آزاد تھا۔

اقبال : میں آپ سے دریافت کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ پوچھنا خطا ہے تو یہ بتائیے کہ
 اس جوہر کا راز کیا ہے کہ جن کا اسم گرامی حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔
 آدمی یا جوہر سے اندر وجود
 آنکہ آئندہ گاہے گاہے در وجود

کیا صرف آدم ہیں یا آدم کے وجود میں جوہر (نور) ہیں؟ وہ نور جو حضرت آدم سے لے
 کر پشت در پشت وجود میں آتا رہا۔

منصور حلاج۔ آدم عبد ہے اور آپ صرف آدم یا عبد نہیں ہیں۔ بلکہ عبد کے وجود

میں نور یعنی عبدہ ہیں۔

پیش او گیتی جبیں سرمودہ است

نولیش را خود عبدہ سرمودہ است

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ : پاک ہے وہ اللہ جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی
اللہ تعالیٰ نے آپ کو عبدہ فرمایا ہے اور ہم نماز میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا
عَبْدًا وَرَسُولًا پڑھتے ہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ اگرچہ حضور پاک کے سامنے تمام جہان نے سر جھکایا ہے
مگر آپ نے اپنے آپ کو عبدہ فرمایا ہے

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

ما سراپا انتظار او منتظر

عبد اور چیز ہے عبدہ اور چیز، ہم سب جو عبد ہیں اس انتظار میں ہیں کہ ھُو
کو دیکھیں، مگر عبدہ کی وساطت سے ھُو کی زیارت نصیب ہو سکتی ہے۔

عبدہ با ابتداء ہے انتہا است

عبدہ راسخ و شام ما کجا است

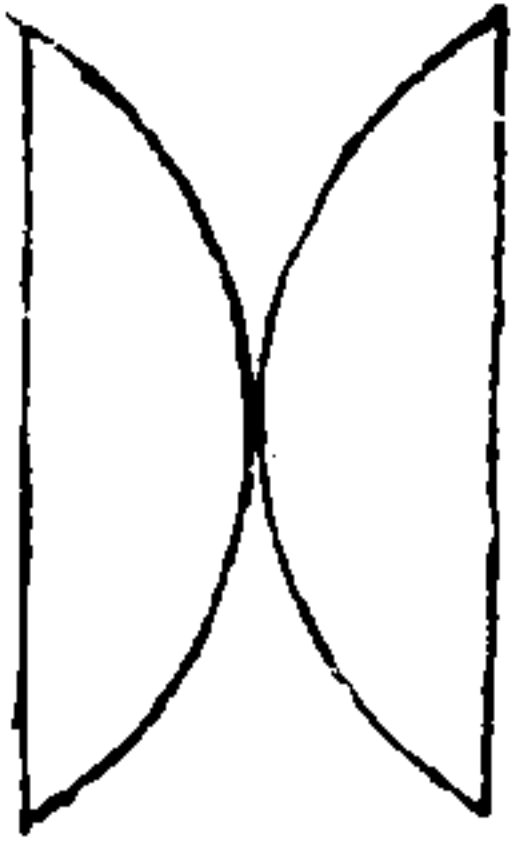
عبد کی ابتدا بھی ہے اور انتہا بھی ھُو کی نہ ابتدا ہے، نہ انتہا مگر عبدہ
کی حالت ان دونوں کے بین بین ہے عیب کی طرح ابتدا ہے۔ ھُو کی طرح انتہا
نہیں ہے۔

مَدْعَا پیدانہ گرد و زیں دو بیت
تاناہ بسینی از مقام مارمیت

ان دو چار شعروں سے مطلب حاصل نہیں ہو سکتا جب تک تو کلام پاک کی اس
آیت اقدس وَمَا سَرَّ مَبِيتَ اِذْ سَرَّ مَبِيتَ وَلَیْسَ اللّٰهُ رَہی سے واقف نہ ہو
جس کا مطلب ہے کہ اے رسول کریمؐ وہ کنکر آپؐ نے نہیں مارے تھے بلکہ ہم نے مارے تھے ہاتھ حضورؐ کا
کا تھا اور کنکر پھینکنے کا فعل اللہ تعالیٰ کا۔ گویا ہاتھ عبد کا تھا اور فعل ھُوَ (کا) اس سے
عبد کا بین ثبوت مل گیا۔ معجزہ شک القمر میں بھی اشارہ عبد کی انگلی کا تھا اور چاند
کو دو ٹکڑے کر دینے کا فعل ھُوَ کا۔ صورت اول جو آیت مذکورہ میں ہے زمین پر تھی۔
دوسری اجرام فلکی میں سے چاند پر۔

۱۰ جنگ بدر میں ۳۱۳ مسلمان تھے۔ ان کے پاس پورا سامان جنگ بھی نہیں تھا۔
مگر کفار تعداد میں ایک ہزار تھے۔ جو اس زمانہ کے ہر قسم کے سامان حرب سے مسلح تھے
اس خیال سے کہ مسلمان اس بے سرو سامانی کی حالت میں پریشان نہ ہوں یحضور اقدسؐ نے ایک
مٹھی کنکروں کی وہیں سے اٹھا کر کفار کی طرف پھینک دی۔ جس سے وہ شکست کھا کر تتر بتر
ہو گئے اور قلیل تعداد مسلمانوں نے کثیر تعداد کفار پر فتح پائی۔

قَابِ قَوْسین



انگریزی طرزِ سلام ملتے پر ہاتھ اٹھانا ہے۔ مگر جب ایک مسلح سپاہی اپنے افسر کو سلام کرتا ہے تو وہ اپنی بند و ق پر ہاتھ رکھ دیتا ہے۔ عرب قبائل میں باہمی خانہ جنگی رہتی تھی اس لئے وہ عام طور پر ہتھیار بند ہو کر باہر نکلتے تھے۔

اُن کے ہتھیار یہ تھے۔ کمر میں تلوار، پشت پر ترکش، جس میں تیر رکھے جاتے تھے۔ کندھے پر آویزاں کمان۔ جب دو مسلح عرب آپس میں ملتے تھے تو باہم اپنی کمانیں ملا دیتے تھے۔ جیسا کہ شکل سے ظاہر ہے۔ ملاقات کا یہ طریق اُن میں عام طور پر مروج تھا۔ رسالہ دارالسلام پٹھان کوٹ ستمبر ۱۹۴۱ء میں تعلیماتِ اقبال کے عنوان سے ایک مضمون طبع ہوا تھا۔ جو درج ذیل ہے۔

۲۷ رجب ۱۳۵۰ھ کو شبِ معراج تھی۔ خوش قسمتی سے ہمیں علامہ اقبالؒ کے بعض ملفوظات دستیاب ہوئے۔ جن کا تعلق ان آیات کی تشریح کے ساتھ ہے جس میں اس واقعہ عجیب کا ذکر ہے۔ لہذا ان ملفوظات کو اس خیال سے درج کیا جاتا ہے کہ ناظرین وقت کے اعتبار سے ان کے افادی پہلو سے مستفید ہو سکیں۔ ان کا اصل ماخذ البیان کی ایک گزشتہ اشاعت ہے۔ علامہ مرحوم سے سورۃ النجم کے پہلے رکوع کی تشریح

دریافت کی گئی تو علامہ نے اس پر ایک طویل تقریر فرمائی۔ بالخصوص کان قاب قوسین اوداذنی کی تفسیر اپنے رنگ میں نادر اور عجیب تھی۔ ان سطور سے ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ آیات مذکورہ قرآن مجید کے مشکل ترین مقامات سے ہتے یہاں بڑے بڑے ائمہ مفسرین نہایت دور از کار تاویلوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں یہاں تک کہ غیر مسلم مترجمین قرآن نے اس مقام کو پیغمبر اسلام کے بعد کسی اور شخص کی تصنیف قرار دے دیا۔ علامہ کے بیان کا خلاصہ یہ ہے۔

ناسوت ولاہوت یا عقل ووحی یا عالم بشریت وعرش الوہیت کو دو کمان ندادائروں سے تشبیہ دی گئی ہے۔ بشری عقل کا منتہی کمال یہ ہے کہ وحی سماوی سے کمال مطابقت حاصل کرے۔ یعنی اس ترقی یافتہ عقل کے رباب سے بعض اوقات جو غم نہ نکلتا ہے وہ ساز الہام سے ہم آہنگ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ دو کمان کامل اتصال کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ نوع انسان میں انبیاء علیہم السلام بالعموم اور انبیاء میں حضرت خاتم النبیین بالخصوص اس مقام کے آخری نقطہ سے واصل ہوئے۔

علامہ مرحوم کے اس بیان میں عالم بشریت وعرش الوہیت کو دو کمان ندادائروں سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایک نقطہ پر ایک دوسرے سے مس کرتے ہیں اس بات کو سمجھنے کے لئے غور کرنا چاہیے۔

کُنْتُ كُنَّا خَفِيًّا ————— ہمہ اوست

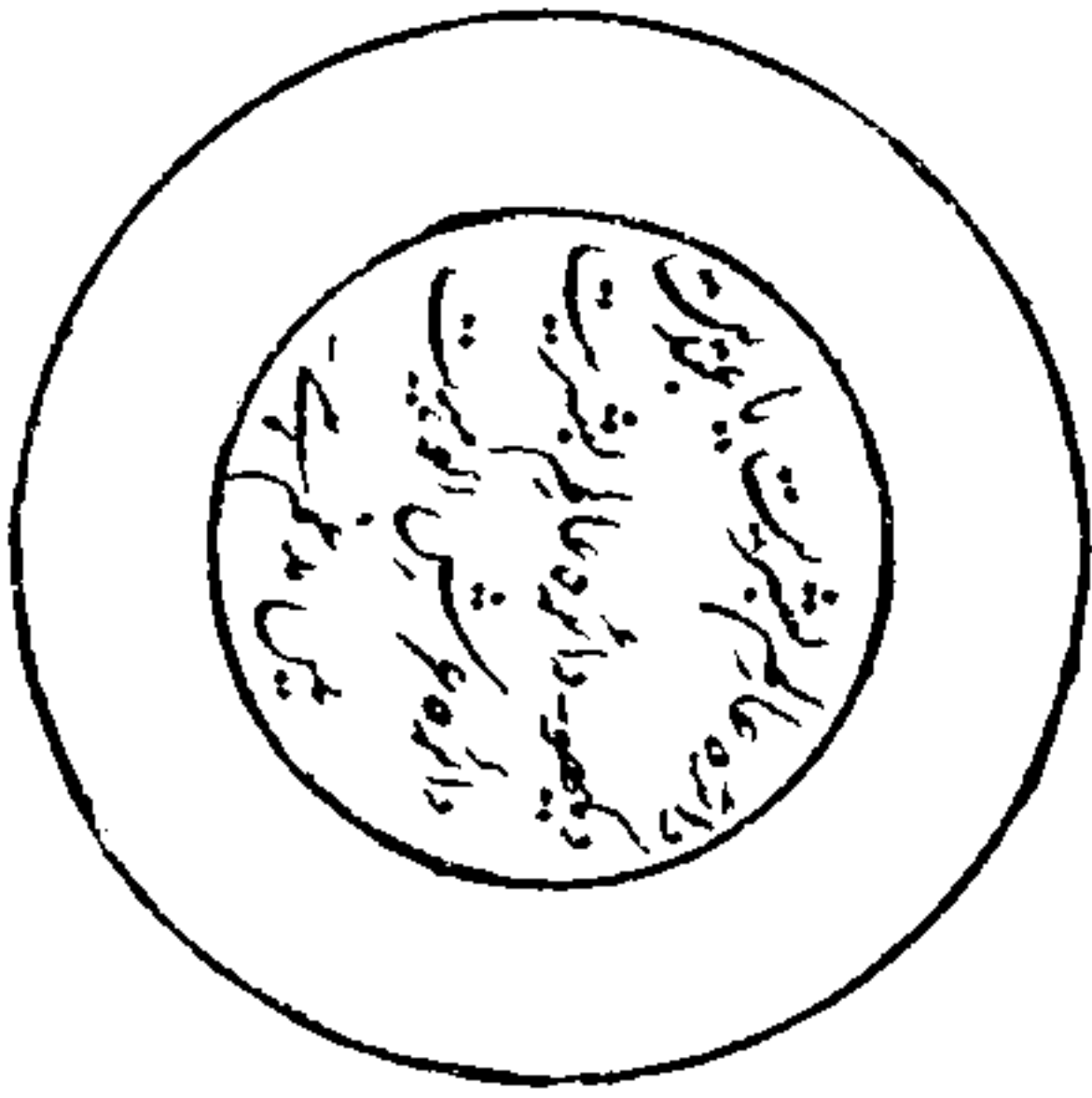
دائرہ عالم بشریت دائرہ عرش الوہیت میں مدغم ہے۔ کُنْتُ كُنَّا

مَخْفِيًا فَاحْبَبْتُ أَنْ أَعْرَفَ

فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ ۵ (حدیث قدسی)

ترجمہ :- میں ایک مخفی خزانہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں پس میں نے خلق کو پیدا کیا۔

دائرہ عرش الوہیت



اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو مخفی خزانہ

قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خزانہ میں مال و زرہ موجود ہوتا ہے۔ مخفی خزانہ سے یہ مراد ہے کہ عالم بشریت یا کائنات یا عالم وجود، وجود میں آنے سے پہلے نہایت باریک ذرات یا گیس کی صورت میں عرش الوہیت یا انوار الہی میں مدغم تھا۔ یعنی ہمہ اوست کی عملی صورت تھی۔ جب کُن فرمایا۔ فَيَكُونُ پس ہو گیا۔ یعنی اس حکم سے عالم بشریت یا عالم ظاہر کو عرش الہی سے الگ کر دیا گیا اور ہمہ اوست کی صورت جدا طور پر صورت پذیر ہو گئی مگر یہ کمان نما فائرے ایک دوسرے سے مس کرتے رہے۔

إِنَّ رَبَّكُمْ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ هُوَ الَّذِي يَأْتِي بِالسَّاعَةِ (قرآن حکیم)

ترجمہ :- بیشک تمہارا رب وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

۱۵۔ عرش الوہیت نامحدود ہے۔ اس کائنات کا دائرہ مدغم ہے۔ اس کو محیط کرنے کے لئے عرش

الوہیت کے اس حصہ کو دائرہ میں محدود کیا گیا ہے جس میں کائنات مدغم ہے۔

یوم کے معنی دن ہیں۔ ہمارے دن میں رات بھی شامل ہے۔ یہ دن رات ہمارے کام اور آرام کے وقفے ہیں۔ مگر ان کا تعلق صرف زمین سے ہے۔ زمین اور سورج کی گردش سے دن رات، ماہ و سال ظہور میں آتے ہیں۔ زمین سے باہر کائنات سے ان کا کچھ واسطہ نہیں۔ لہذا مِسْتَرِ اَیَّاهُمْ میں یوم سے مراد یہ ہے کہ کائنات یا عالم وجود جب گیس یا ہوا کی صورت میں عرش الہی سے جدا ہوا تو جس طرح پانی بخارات بن کر ہوا میں اُڑتا ہے۔ پھر دھند یا بادل کی صورت اختیار کرتا ہے۔ بعد میں پانی کے قطرے بن کر بارش کی صورت میں برستے ہیں۔ پھر یہی قطرے زیادہ سردی لگ جانے سے اولے یا برف کی ٹھوس صورت میں متشکل ہو جاتے ہیں۔ گویا بخارات سے برف یا گیس سے ٹھوس ہونے تک مختلف حالتیں بدلتے ہیں۔

اس طرح عالم وجود نے بھی گیس سے ٹھوس ہونے تک مختلف حالتیں بدلیں، جو حسب ذیل ہیں:-

۱۔ گیس۔ (۱) لطیف۔ جیسے ہوا۔ (۲) کثیف۔ جیسے آندھی۔
دھند۔ بادل۔ دھواں۔

ب۔ مائع۔ (۱) رقیق۔ جیسے پانی۔ (۲) کثیف۔ جیسے پارہ آتش افشاں پہاڑوں سے بہتا ہوا مادہ۔ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ۔ ترجمہ۔ اور اس کا عرش پانی (بہنے والی چیز) پر تھا۔ اس آیتہ اقدس میں غالباً اسی طرف اشارہ ہے۔

ج۔ ٹھوس۔ (۱) گرم (۲) سرد۔ اجرام فلکی۔ زمین کی موجودہ صورت۔

جب کہ یہ اس قابل ہوئی کہ حضرت آدم علیہ السلام یہاں رہائش اختیار کر سکیں۔

ع۔ کُنْ کے کہنے سے کیا عالم ہوا

قرآن حکیم میں چھ یوم کی تشریح ارشاد ہوئی ہے۔

قُلْ أَنتُمْ لَكُمْ تُكْفَرُونَ بِالَّذِي

خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ

لَهُ أُنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ

وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ

بَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَامَهَا فِي

أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ طَسَوَاءَ لِلشَّائِلِينَ

ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا

أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ

أَوْحَى فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا (پارہ ۲۴ - رکوع ۱۶)

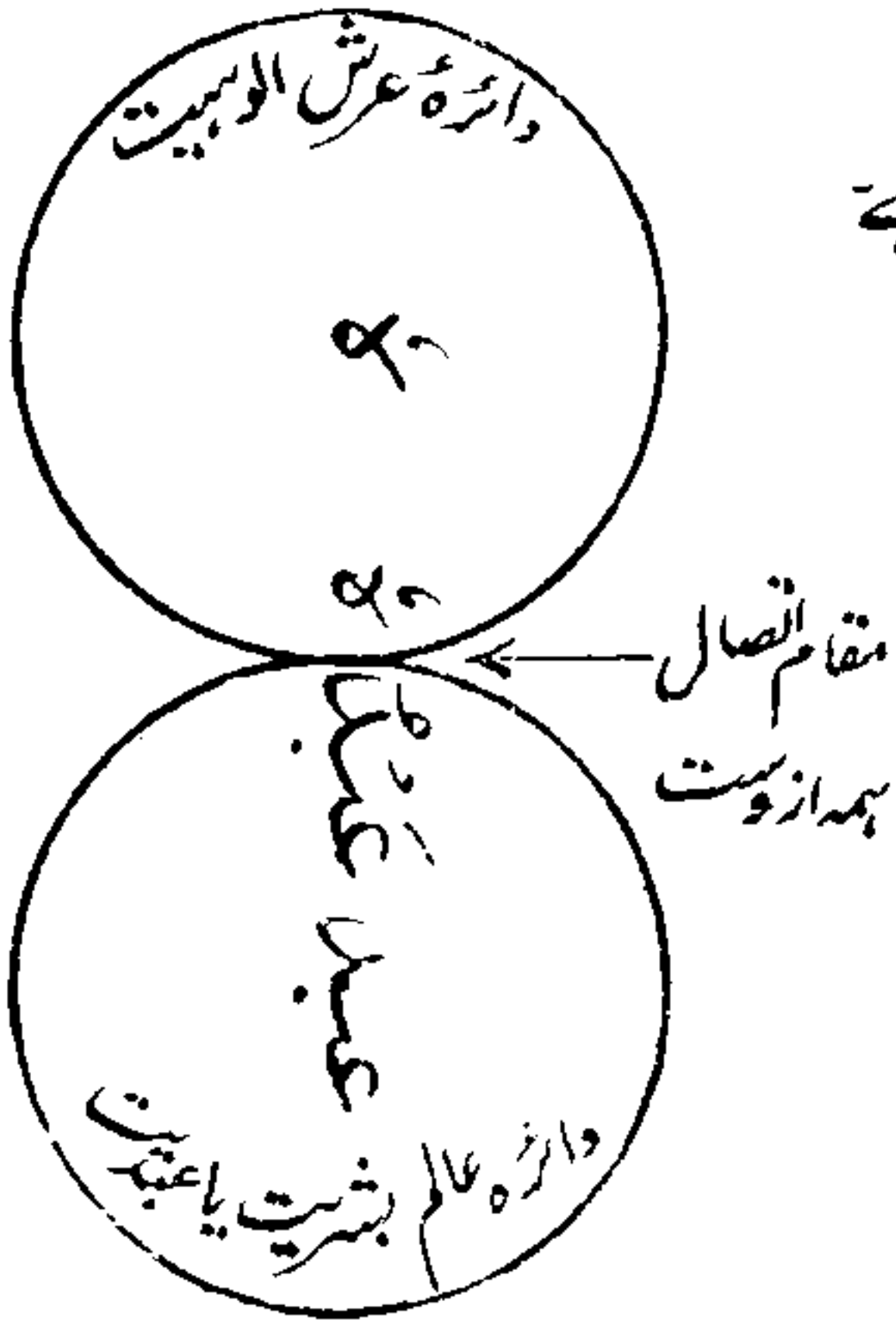
ترجمہ :- (اے نبی) کہہ دو۔ تم اللہ کا انکار کرتے ہو (وہ) جس نے زمین کو دو

یوم میں پیدا کیا، اور (دوسروں کو) اس کا شریک بناتے ہو (دیکھو) یہی سارے

جہان کا پروردگار ہے (کوئی اُس کا شریک نہیں) اور اُس نے زمین میں (یعنی

اُس کے اوپر) پہاڑ بنائے اور برکت رکھی اور اس میں زمین (کے رہنے والوں) کی

روزیاں مقرر کیں۔ زمین کا بنانا اور پہاڑوں کا پیدا کرنا (یہ سب) چار یوم میں ہوا۔



ہو چھنے والوں کے لئے اس میں واضح نشانیاں ہیں۔ پھر وہ آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا اور وہ ایک دھواں سا تھا۔ پھر آسمان اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں آجاؤ خوشی یا ناخوشی سے۔ دونوں بولے ہم خوشی سے آتے ہیں۔ پس ان دو یوم میں سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس کی تدبیر نازل ہوئی۔

زمین کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ اسے دو یوم میں بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دوسرے اجرام فلکی کی طرح دھواں (گیس کی حالت میں) تھی۔ اس کے بعد مائع حالت میں آئی۔ پھر ٹھوس صورت میں تبدیل ہوئی۔ اس کے آگے پہاڑوں کی پیدائش کا ذکر فرما کر بیان فرمایا کہ یہ سب کام چار یوم میں مکمل ہوا۔ زمین ٹھوس ہو چکنے کے بعد گرم سے سرد حالت میں آئی اور ساتھ ہی پہاڑ پیدا کئے گئے۔ اس طرح سے یہ دونوں حالتیں اس پر وارد ہوئیں۔ دو یوم پہلے اور دو بعد کے، کل چار یوم میں زمین اس قابل ہو گئی کہ حضرت آدم کو اس پر بسایا جاسکے۔

پہاڑوں کی پیدائش کے متعلق ذکر ہوا ہے کہ ان میں اہل زمین کے لئے روزیاں مقرر کیں، پہاڑوں کی سطح پر جنگلات اگتے ہیں۔ ان کے علاوہ ان میں سونا، چاندی، لوہا، تانبا، برق وغیرہ مختلف دھاتیں پائی جاتی ہیں۔ جہاں سے یہ دھاتیں دستیاب ہوتی ہیں وہاں کارخانے جاری ہو جاتے ہیں جو انسانوں کی روزی کا موجب ہیں۔

لِلنَّاسِ اَنْبِيَاۓ سَبْعَۃٌ وَّ اَرْوَاحٌ اَرْبَعٌ۔ وہ لوگ مراد ہیں جو ان ذخیروں کی جو دھاتوں کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے مختلف پہاڑوں میں جمع کر دیئے ہیں۔ ٹوہ لگا کر ان کو نکالتے اور ان سے مختلف کام لیتے ہیں۔

آسمانوں کے متعلق صاف ارشاد ہے کہ وہ دھواں سا تھا۔ آس کے بعد دو یوم میں ان کے بنانے کا ذکر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اجرام فلکی یا تمام آسمان پہلے دھواں گیس تھے پھر ان پر دو حالتیں وارد ہوئیں۔ ایک مائع۔ دوسری ٹھوس۔ یہی دو یوم ہیں جن میں ان کی تکمیل ہوئی۔ ساتھ ہی بیان فرمایا کہ ان کی تعداد سات ہے۔

ٹھوس ہو جانے کے بعد ان اجرام فلکی میں اگر کچھ تغیرات ہوئے بھی ہوں تو ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ کیونکہ انسانی زندگی کے ساتھ ان تغیرات کا کچھ واسطہ نہیں۔ آسمانوں اور زمین کے ایک دوسرے کی طرف آنے کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ ان دونوں کی باہمی گردشوں اور حرارت وغیرہ سے انسانی زندگی کے لوازمات حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس عالم میں زندگی کا انحصار ان کے باہمی تعلقات پر ہے۔

جیسا کہ پیچھے ذکر ہو چکا ہے۔ صفحہ ۴ کے دونوں دائروں کا نقطہ تماس یا مقام اتصال وہ مقام ہے جس کے قرب میں انبیائے کرام باری باری سے فائز ہوتے رہے۔ مگر یہ خاص مقام حضور ختم النبیینؐ کے لئے مخصوص ہے۔ آپ تمام انسانوں اور تمام انبیاءؑ سے افضل ہیں۔ اس لئے آپ عبدیت کے انتہائی مقام پر ہیں۔ جہاں دوسرا کوئی عبد نہیں پہنچ سکتا۔ شکل سے ظاہر ہے کہ دائرہ بشریت یا عبدیت میں اگر اس نقطہ کے اس طرف عبد لکھ دیا جائے اور دوسری طرف کو دائرہ عرش الوہیت میں لکھا (ھو) ہے تو اس سے آپ کا اسم گرامی عَبْدُکَ نکل آتا ہے۔ یہ مقام آپ کے لیے مخصوص ہے۔ آپ کے اس مقام

لہ اللہ اسم ذات ہے۔ اس کے اجزاء بھی اللہ کے معنوں میں آتے ہیں۔ اس لیے لا سے اللہ تعالیٰ مراد ہے۔

پر فائز ہونے کے بعد کوئی بشریہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اب کسی قسم کا دعوائے نبوت درست نہیں اور نہ کسی کو کسی قسم کی نبوت ہی مل سکتی ہے۔

كَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی

یہ معراج شریف کا ذکر ہے کہ جب حضور پاکؐ عرش معلیٰ پر تشریف لے گئے۔ اس بات کو جاننے کے لئے یوں سمجھ لیجئے کہ دنیا میں انسانی ملاقات کی تین صورتیں ہیں۔
۱۔ سامنے سامنے۔ ایک شخص کا دوسرے کے سامنے آکر ملاقات کرنا۔ جیسے † †
۲۔ مصافحہ۔ ایک دوسرے سے ہاتھ ملانا۔ اس صورت میں دونوں ایک مقام پر ملتے ہیں یا مس کرتے ہیں۔ مثلاً † †

۳۔ معانقہ : بغل گیر ہونا۔ اس صورت میں ایک شخص کے بازوؤں کی بنی ہوئی قوس دوسرے کی کمر کے گرد حلقہ بناتی ہے۔ یعنی دونوں قوسیں ایک دوسرے کو قطع کر جاتی ہیں۔

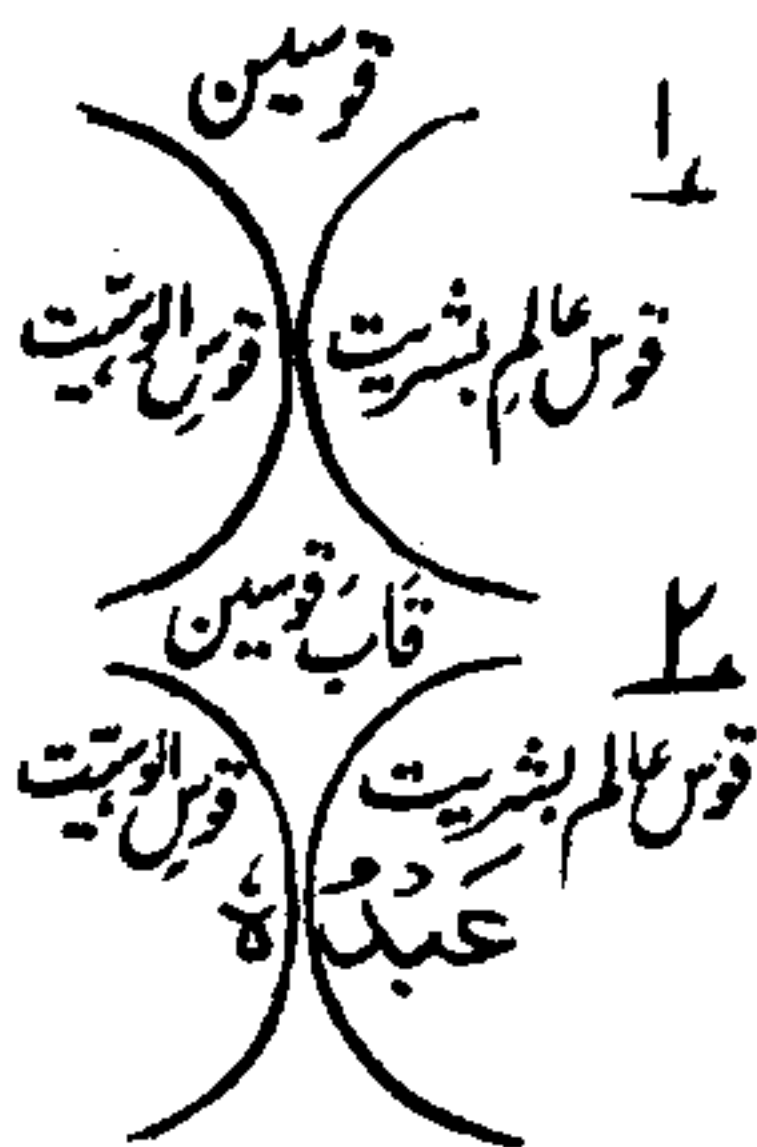
اسی طرح سامنے کی شکلوں میں :-

۱۔ قَوْسَیْنِ : قوس الوہیت اور قوس عالم بشریت

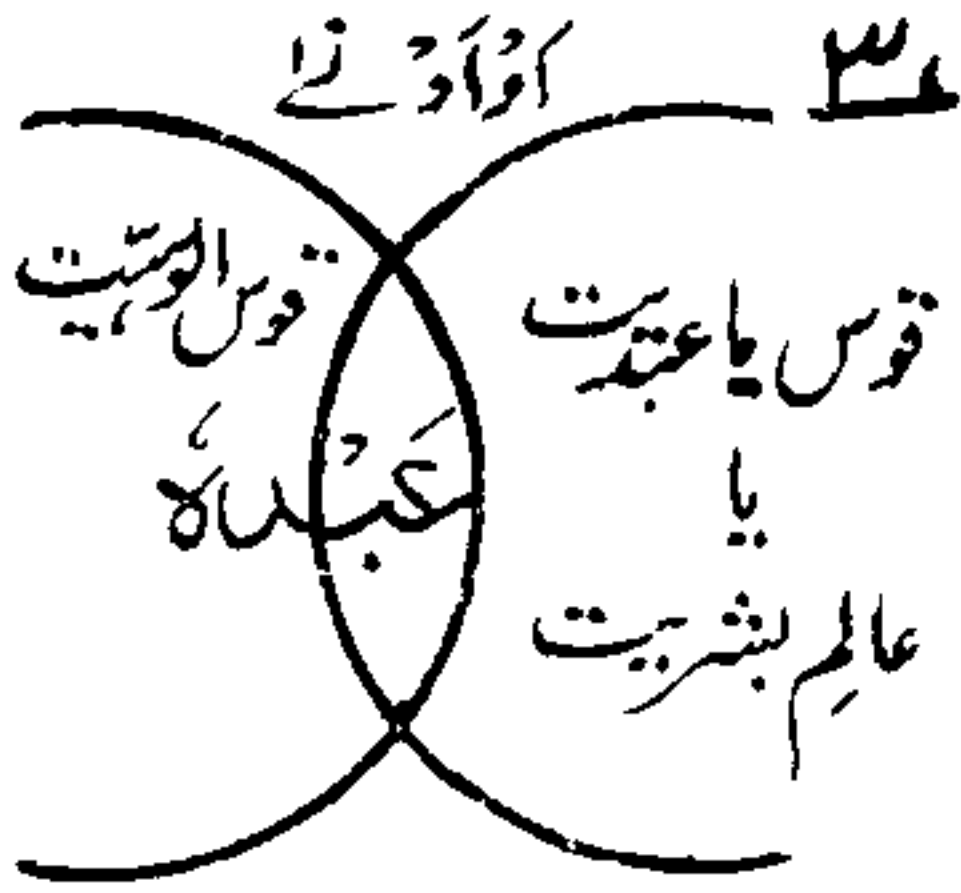
ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہیں۔

۲۔ قَابَ قَوْسَیْنِ - دونوں قوسیں ایک دوسرے

سے مس کرتی ہیں۔ یہ صورت ہاتھ ملانے کی صورت سے



مشابہ ہے۔ یہ صورت دائمی ہے۔ جس پر حضور پاکؐ فائز ہیں۔ اسی سبب سے
آپ کا اسم گرامی عَبْدُكَ ہے۔



۳۔ اَوَادُنْیَ۔ یہ ملاقات کی تیسری
صورت ہے جو بغل گیر ہونے سے مشابہ ہے
اس میں دو قوسیں ایک دوسرے کو قطع کر گئی ہیں
جیسا کہ شکل سے ظاہر ہے۔

كَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی۔ معراج شریف کی توضیح کے لیے
آیہ ہے۔ دونوں قوسیں ایک دوسرے کو قطع کر جانے سے عَبْدُكَ کا وہ مقام جو
ان قوسوں کے مقام انصال پر تھا، عرش الوہیت کے بیچ میں چلا گیا ہے، جو کہ
جلال و کمال کے انتہائی اتحاد سے عبارت ہے

یہ وہ ملاقات ہے جو انبیاءؑ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوئی اور یہ وہ مقام ہے
جہاں حضرت جبریلؑ مقرب فرشتہ ہونے کے باوجود بھی نہ پہنچ سکے

موسیٰؑ زہوش رفت بیک جلوہ صفات

تو عین ذات مے نگری در شمس

اس ملاقات کے متعلق دو روایتیں ہیں۔

۱۔ معراج شریف کی ملاقات کا بیان ہے۔ جیسا کہ ذکر ہوا

۲۔ یہ اُس ملاقات کا ذکر ہے، جو حضرت جبریلؑ نے کنارہ آسمان سے زمین پر پہنچ

کر حضور پاکؐ سے کی۔ اس صورت سے بھی معراج شریف کی ملاقات کی توضیح مقصود ہے۔ جیسا کہ معراج شریف کے بیان کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصہ میں مسجد اقصیٰ تک کے سفر کا بیان ہے۔ دوسرے میں آسمانی سیاحت کا۔ مسجد اقصیٰ لوگوں کا دیکھا ہوا مقام تھا جو حضور اقدسؐ نے اس سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ جب آپؐ سے مسجد مذکورہ کے نشانات پوچھے گئے تو آپؐ نے مرنے والے کا حال بیان فرمایا۔ یہ اس امر کی تصدیق تھی کہ جس طرح اس رات میں یہ سفر کیا گیا تھا اسی طرح آسمانی سفر بھی طے ہوا۔ گویا معلوم شے کا بیان نامعلوم شے کی تصدیق کے لئے پیش کیا گیا۔ اسی طرح فرمایا گیا ہے کہ جس طرح حضرت جبریلؑ نے کنارہ آسمان سے زمین پر پہنچ کر نہایت قریب سے حضور پاکؐ کی ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اسی طرح حضور اقدسؐ نے عرش معلیٰ پر پہنچ کر نہایت قریب سے بارگاہ خداوندی کا شرف نیاز حاصل کیا۔

دیگر انبیاء اور اولیاء کے مقامات

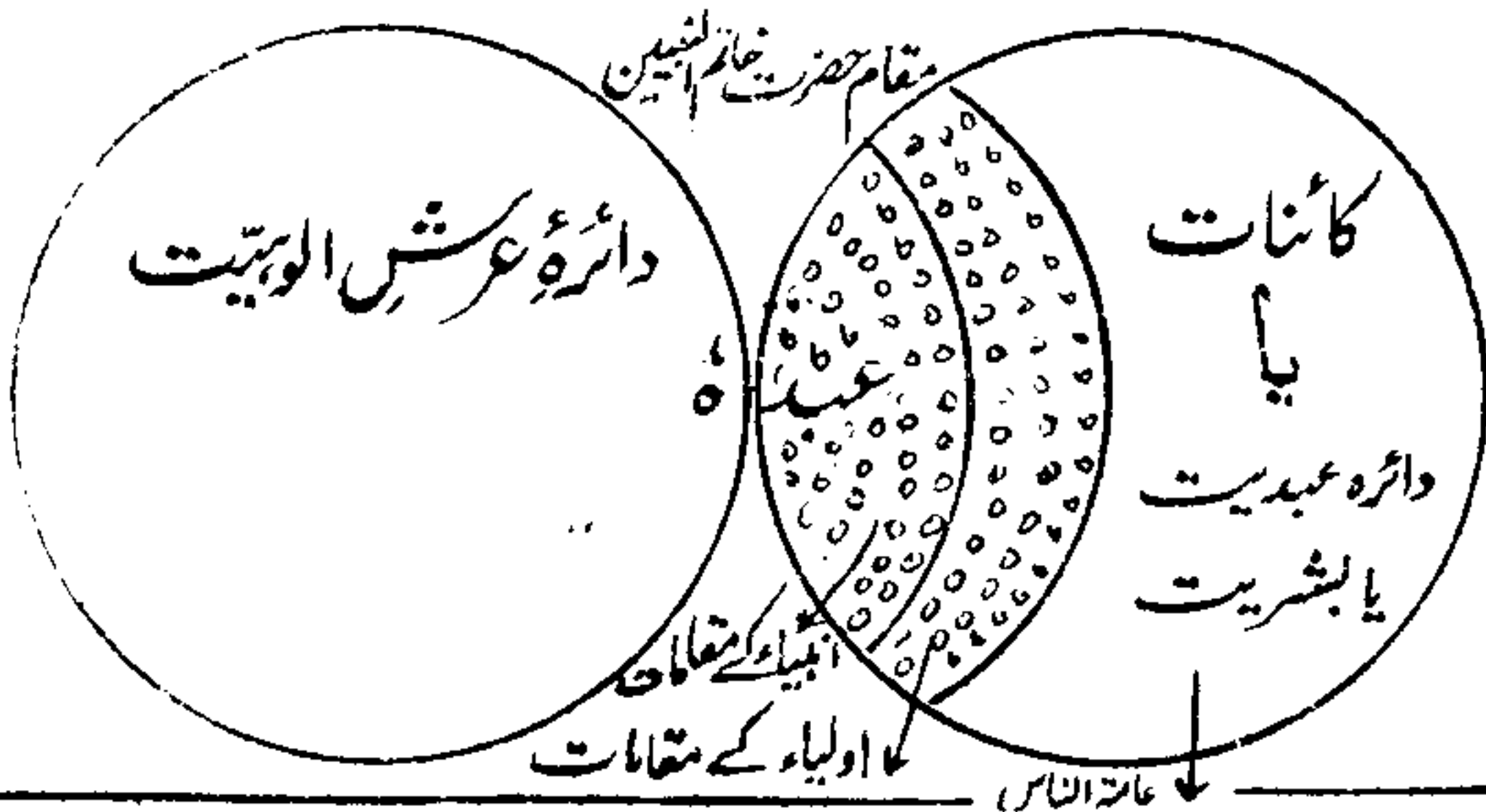
اوپر بیان ہوا ہے کہ دونوں دائروں کا مقام اتصال حضور پاکؐ کا خاص مقام ہے جو اور کسی کو حاصل نہیں۔ دوسرے تمام انبیاء کا مقام اس مقام کے قریب میں ہے جس طرح افق سے سورج نکلتا ہے تو زمین کا وہ حصہ روشن ہو جاتا ہے۔ جہاں وہ نظر آنے لگتا ہے مگر جس حصہ پر ابھی طلوع نہیں ہوتا۔ وہاں صبح صادق کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے قریب حصہ میں زیادہ۔ بعید حصہ میں کم۔ اسی طرح نقطہ تماس یا مقام اتصال انوار الہی کے

طلوع کا مقام ہے جو حضور پاک کے لئے مخصوص ہے۔ مگر اس کے قریب ایسی روشنی پڑتی ہے۔ جیسے صبح صادق کی۔ اس حصہ میں تمام انبیاء کے مقامات ہیں اور ان کے مدارج مختلف ہیں۔ یاد رہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر انوار الہی کی ایک ہی شعاع سے بیہوش ہو گئے تھے۔ جبکہ انھوں نے دیدار الہی کی آرزو کی تھی۔ باقی تمام انبیاء میں سے کسی نے یہ جرأت ہی نہیں کی۔

اس حصہ میں ایک حصہ نبوت کا ہے۔ دوسرا ولایت کا۔ کیونکہ حدیث شریف ہے۔
عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ یعنی میری امت کے علماء (اولیاء) بنی اسرائیل کے نبیوں کی مثل ہیں

انبیاء فاضل تر از اولیاء اند۔ زانچہ نہایت ولایت بدایت نبوت باشد (کشف المحجوب)
یعنی انبیاء اولیاء سے بہت فضل ہیں۔ کیونکہ ولایت کی جہاں انتہا ہے۔ وہاں سے نبوت کا آغاز ہوتا ہے۔ جیسا کہ شکل سے ظاہر ہے۔

شب معراج عروج تو ز افلاک کر نشست بہ مقامے کہ رسیدی ز سدید بیچ نبی



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط

نقشہ انعکاس نور۔ اور توضیح مقام نور

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط
نُورٌ لَا كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ط
الْمِصْبَاحُ فِي زُجَلَةٍ ط الزُّجَاةُ
كَأَنَّهُا كُوكَبٌ دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ
شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَا شَرْقِيَّةٍ
وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ
تَمَسَّسَهُ نَارٌ ط نُورٌ عَلَى نُورٍ ط
(سورہ نور (پ ۱۸ ع ۱۱)

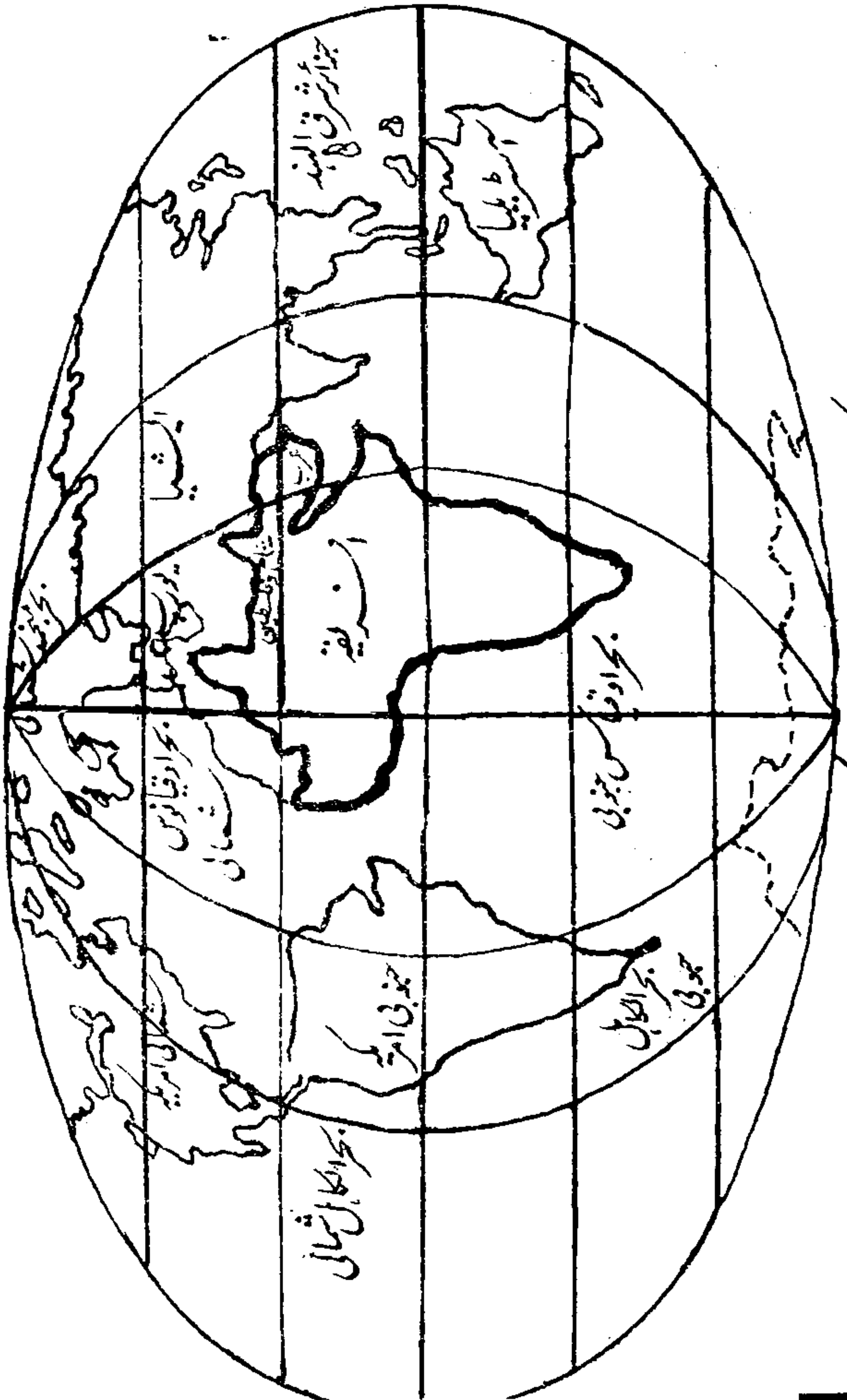
اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ اس
کے نور کی مثل ایسے ہے، جیسے ایک
طاقچہ ہو۔ جس میں چراغ ہو۔ چراغ شیشہ
کے اندر ہو۔ شیشہ ایسا ہو کہ گویا روشن
ستارہ ہے اور وہ چراغ روشن کیا جائے
درخت مبارک زیتون کے تیل سے نہ مشرق
کی طرف ہو نہ مغرب کی طرف۔ اس کا تیل
بہ سبب اپنی نفاست کے، روشن ہو جائے

اگرچہ اُسے آگ نہ پہنچے (پھر تو نور علی نور ہے۔

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس کی توضیح کے لیے جو مثال بیان

ہوئی ہے اس میں مندرجہ ذیل چیزیں ہیں

ممالک عرب و شام و فلسطین کی مرکزیت



۱۔ طاقتہ

۲۔ چراغ مع چمکدار شیشہ

۳۔ زیتون کا تیل

۱۔ طاقتہ : وہ مقام جو دائرہ عرش الوہیت و دائرہ عالم بشریت کے مقام اتصال پر ہے جس کی توضیح ہو چکی ہے۔

۲۔ چراغ مع شیشہ : حضور سرور کائنات کا نور جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ یہ نور مقام اتصال پر قائم ہے۔

۳۔ زیتون کا تیل : اس سے اللہ تعالیٰ کا نور مراد ہے۔

۴۔ زیتون کا درخت : عرش الوہیت + جس طرح طاقتہ میں چراغ رکھتے

ہیں اور چراغ پر چمکدار شیشہ ہوتا ہے۔ اس چراغ میں زیتون کا تیل جلاتے ہیں جس سے روشنی پھیلتی ہے۔ یہ تیل زیتون کے درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اسی طرح کائنات اور عرش الوہیت کے دائروں کا مقام اتصال طاقتہ ہے۔ یہاں حضور سرور کائنات کے نور کا چراغ ہے۔ اس پر زیتون کے تیل کی بجائے انوار الہی کی شعلیں پڑتی ہیں جو عرش الوہیت سے آتی ہیں جس طرح جلتے ہوئے چراغ سے پیدا شدہ حرارت تو شیشہ تک ہی محدود رہتی ہے مگر روشنی دور تک پھیل جاتی ہے۔

اسی طرح انوار الہی کی حرارت تو وہیں رک جاتی ہے۔ مگر نور کی شعلیں کائنات پر آتی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی التجا پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کی ایک شعاع براہ راست ڈالی تھی جس سے حضرت موسیٰؑ تو نور نبوت کے سبب صرف بیہوش ہو

گئے تھے۔ مگر کوہ طور جل گیا تھا۔ اسی طرح انوار الہی کی شعا عین اگر حضور اقدس کے نور سے منعکس ہوئے بغیر براہ راست کائنات پر آئیں تو ہر شے کو جلا دیں۔ یہ شعا عین سارے ہسمانوں یعنی سورج۔ چاند۔ ستاروں اور سیاروں، دیگر اجرام فلکی میں ساری وطاری ہیں ان کی باہمی کشش۔ گردشیں۔ ان میں زندگی کے آثار اور ان سب کا قیام اسی نور سے ہے اور اگر یہ نور ان پر نہ پڑے۔ تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔

زمین پر بھی یہی نور ساری وطاری ہے۔ چنانچہ پودوں کا اگنا بڑھنا، رنگ برنگ کے پھول کھلنا۔ پھلوں کا پکنا۔ جراثیم، کیڑوں، پرندوں، حیوانات اور انسانوں کا شکل پذیر ہونا، اور ان کی زندگی سب کچھ اسی نور سے ہے۔ یہ نور ہماری رگ و پے میں سرایت پذیر ہے۔ یعنی ہماری شد رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جس طرح برقی لہریں زمین کے گہرے دھومنتی ہیں جو نہ تو ہمیں محسوس ہوتی ہیں اور نہ ہم ان سے براہ راست کوئی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ مگر جب ہم برقی آلہ تیار کر کے اس میں تقریر کرتے ہیں پھر اسے ریڈیو سیٹ (برقی آلہ) سے جہاں چاہیں اخذ کر سکتے ہیں اسی طرح نور کی شعا عین ہر مقام پر طاری ہیں مگر ہم ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس نور سے مستفید ہونے کے لئے ضروری ہے کہ دل کا تار کسی اہل دل سے ملایا جائے جس کا سلسلہ اولیائے کرام سے ہوتا ہوا حضور اقدس تک پہنچتا ہو۔ اس صورت میں دل روشن ہو جاتا ہے۔ گویا ہم اس نور سے بالواسطہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

کرامت۔ دلی اللہ کے دل میں نور کی بہت بڑی طاقت موجود ہوتی ہے۔

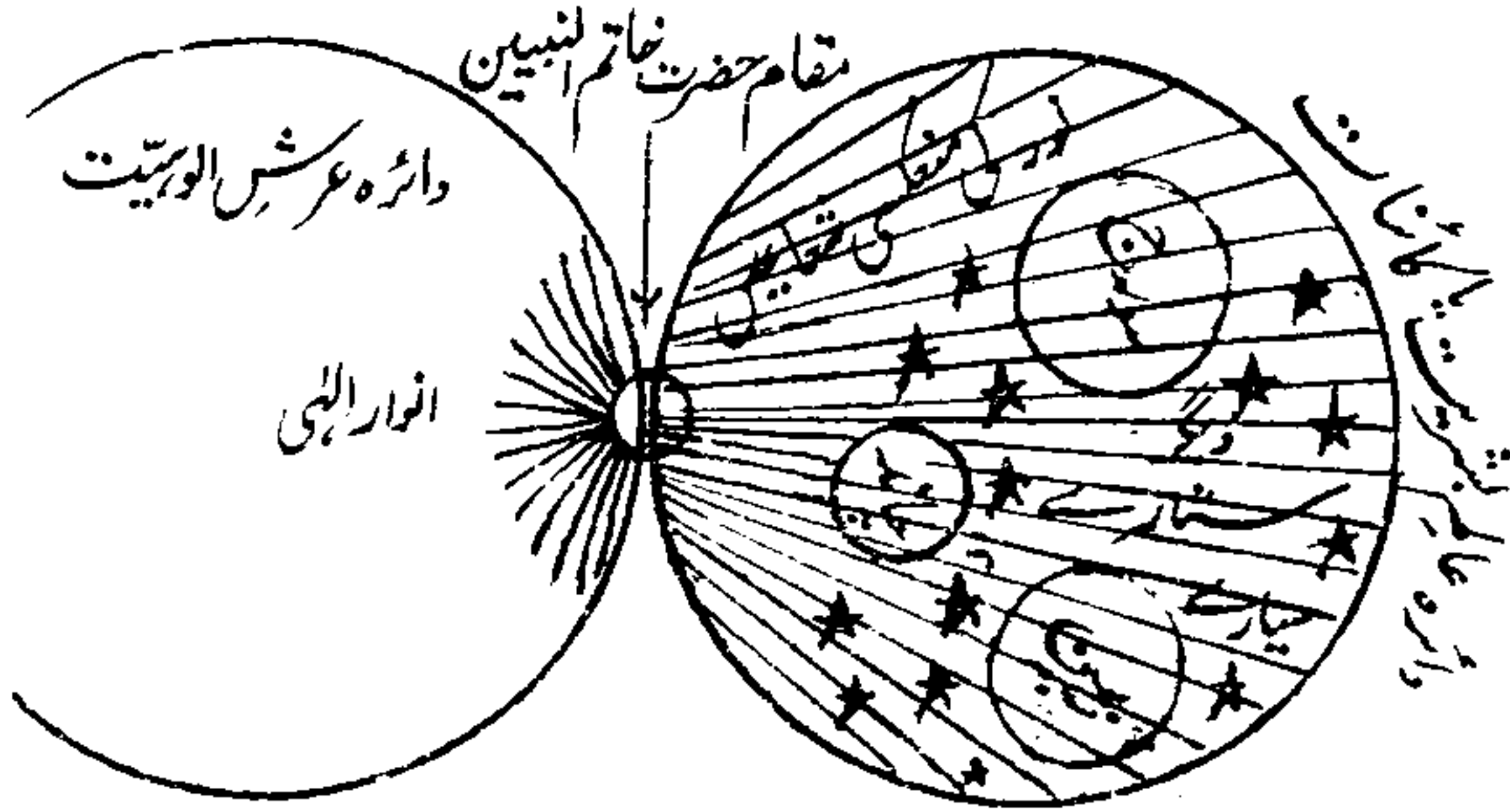
اس سے وہ فضائی نور کا مشاہدہ کر سکتا ہے اور اس کے تخلیقی کاموں سے آگاہ ہو جاتا ہے جو ہمیں معلوم نہیں ایسی ہی با فوق الفطرت باتوں کے اظہار کا نام کرامت ہے۔
نور نبوت : حضور اقدس کا نور جو مقام اتصال پر ہے، اس کا ایک جزو حضرت آدمؑ سے لے کر پشت در پشت وجود میں آتا رہا اور انبیائے علیہم السلام باری باری مبعوث ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ سب سے آخر میں حضور خاتم النبیین مبعوث ہوئے۔

ٹیلی ویژن : ریڈیو سے نشر شدہ تقریر ہر جگہ سن سکتے ہیں۔ ٹیلی ویژن سے ہزاروں میل دور مقرر کی تصویر بھی نظر آ جاتی ہے۔ اسی طرح جب حضور اقدس کے نور پر انوار الہی کی شعاعیں پڑتی ہیں تو حضور اقدس کی شبیہ مبارک بھی منعکس ہو کر کائنات میں آ جاتی ہے۔ جیسے ٹیلی ویژن کی تصویر۔ پس اس شبیہ مبارک کو ہر اس جگہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ جہاں روشن دل کا ٹیلی ویژن سیٹ موجود ہو چنانچہ مومن کا دل ہو یا محفل میلاد، عالم خواب ہو یا بیداری، منور اور بیدار دل کو یہ شبیہ مبارک نظر آ جاتی ہے۔ یعنی ایسا شخص زیارت اقدس سے مشرف ہو جاتا ہے۔
 قبر کی تاریکی میں ایسا ٹیلی ویژن سیٹ فرشتے مہیا کرتے ہیں اور وہاں شبیہ مبارک دکھائی جاتی ہے۔ حاضر ناظر کے مسئلہ کا حل یہی ہے۔

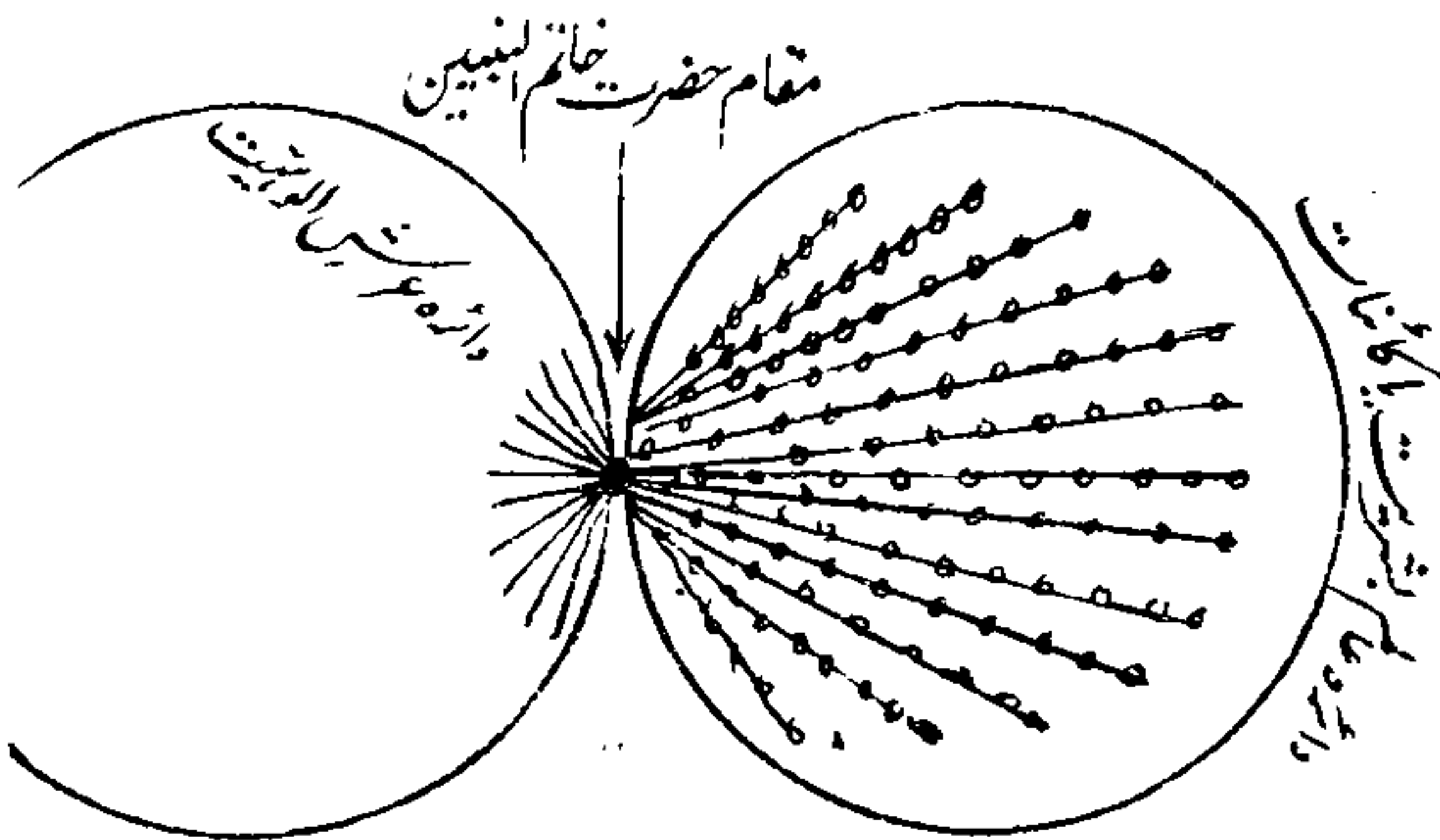
زیتون کے درخت کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ وہ نہ شرقی ہو نہ غربی۔ اگر وہ درختوں کے جھنڈ کے مشرق میں ہو گا تو اس پر صرف مشرق سے روشنی پڑے گی۔ مغربی جانب

اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

سُورَج - چاند - ستارے - سیارے زمین



انوار الہی کی منعکس شعاعوں سے دلوں کا روشن ہونا



سے اس کی نشوونما نامکمل ہوگی اور اگر وہ جھنڈ کے مغرب میں واقع ہوگا تو صرف مغرب سے اس پر روشنی پڑے گی اور مشرقی حصہ محروم رہے گا۔ اس طرف سے وہ پورے طور پر نہیں بڑھ سکے گا۔ پس وہ درخت جو بیج میں ہوگا اور اس کے مشرق و مغرب میں کوئی درخت نہ ہوگا تو اس پر سورج کی شعاعیں دونوں طرف سے پڑیں گی۔ جس سے یہ درخت پورے طود سے بڑھے گا اور ایک تناور درخت بن جائے گا۔ جس سے زیادہ سے زیادہ مقدار میں اور عمدہ تیل میسر ہوگا۔ اس میں ایک بلینچ اشارہ ہے۔ وہ خطہ زمین جس میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، کنعان، بیت المقدس اور کوہ طور اور دیگر ایسے مقدس مقامات ہیں۔ جہاں انبیاء علیہم السلام عام طور پر مبعوث ہوتے رہے، اپنے محل وقوع کے لحاظ سے ایک ایسا خطہ ہے کہ اس کے گرد و نواح میں بڑے بڑے براعظم مثلاً یورپ، ایشیا، افریقہ اور آسٹریلیا وغیرہ پائے جاتے ہیں۔ نیز نئی دنیا (امریکہ) اس خطہ سے مغرب اور مشرق میں قریباً یکساں فاصلہ پر ہے۔ کرویہ ارض کی آبادی عام طور پر شرقاً غرباً پھیلی ہوئی ہے۔ شمال اور جنوب میں عموماً ناقابل رہائش سرد اور غیر آباد خطے ہیں یا بھجدمند۔ پس وہ خطہ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے تمام براعظموں کے قریباً درمیان میں ہے۔ اسی لئے نبوت کی تمام شعبیں بالعموم اسی خطہ سے روشن ہوئی ہیں تاکہ نور نبوت کی روشنی انسانی آبادی میں آسانی سے ہر جگہ پہنچ سکے۔ یہ ہیں معنی لا شرقیۃ ولا غربیۃ کے ارشاد ربانی میں

واللہ اعلم بالصواب

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

آسمان

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ (قرآن مجید) اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا۔
 بادل عام طور پر زمین سے ایک میل کی اونچائی پر ہوا میں اُڑتے ہیں۔ بسنے والے بادل
 اس سے بھی کم بلندی پر ہوتے ہیں۔ اگر ہم کسی پہاڑ پر کھڑے ہوں تو اکثر اوقات ایسا دیکھنے میں آگیا
 کہ پچھلے مقام پر تو مینہ برس رہا ہے۔ مگر جہاں ہم ہیں۔ وہاں نہ بادل ہے نہ بارش۔
 اس آیہ اقدس میں جو ذکر ہوا ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ بارش بلندی سے برستی ہے۔ یہاں
 آسمان سے بلندی کا اظہار مقصود ہے۔

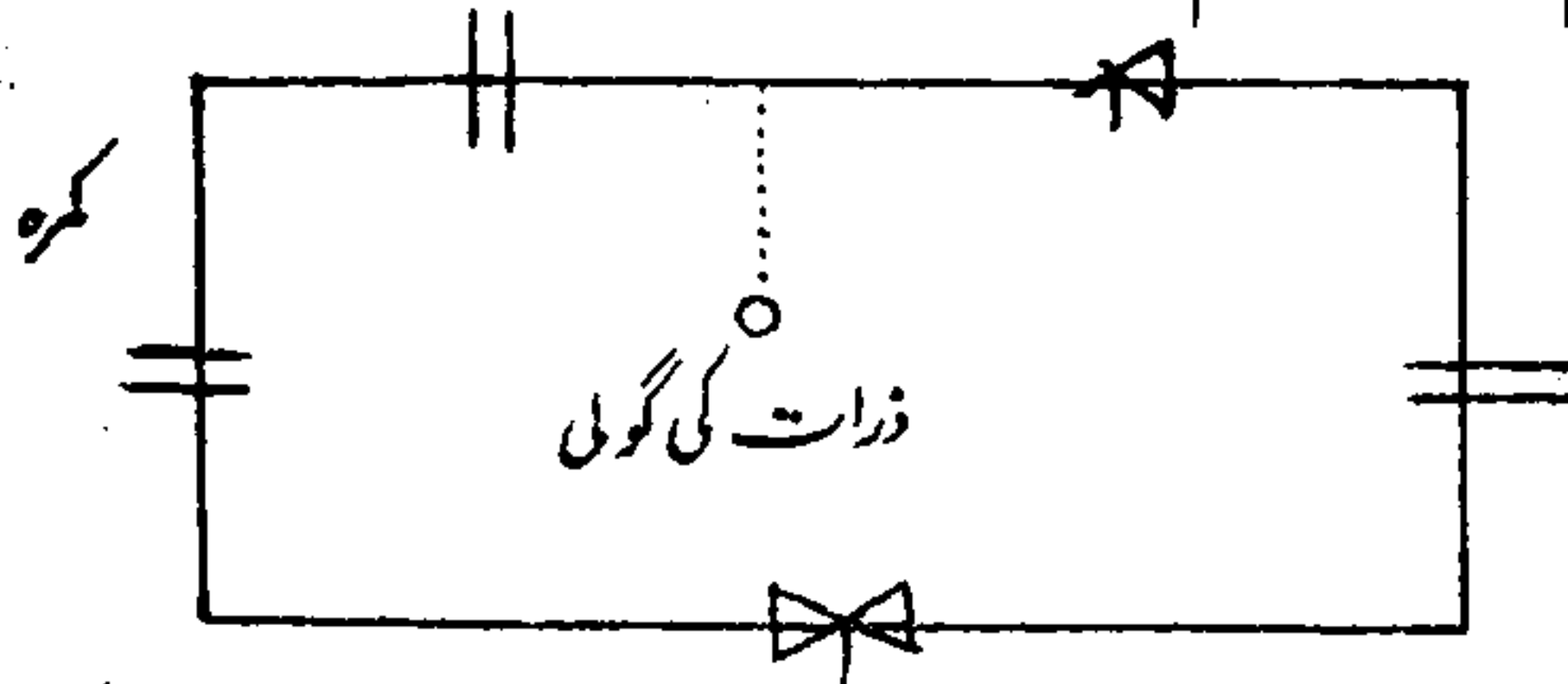
وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۚ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ (آیہ اقدس)
 ”اور وہی ہے جس نے رات و دن آفتاب اور ستارے پیدا کیے (سب آفتاب و شہاب) ایک (ایک) آسمان میں تہر رہے ہیں
 اس آیہ اقدس میں بیان ہوا ہے کہ سورج اور چاند اپنے اپنے آسمان کی وسیع
 خلاؤں میں تہر رہے ہیں اور ہر آسمان کے اجرام فلکی جن کی تعداد بیشمار ہے جدا جدا ہیں۔
 ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ ط (آیہ اقدس)۔
 ”پھر تعالیٰ نے ابھر آسمان کی طرف توجہ کی اور انہیں سات سات آسمان بنا دیئے۔“
 اس سے ظاہر ہے کہ آسمانوں کی تعداد سات ہے اور ہر آسمان کے اجرام فلکی

الگ الگ ہیں جو ان میں تیر رہے ہیں۔

آسمانی وسعتیں

ان خلاؤں کا اندازہ لگانے کے لئے جو اجرام فلکی اور زمین کے درمیان ہیں
مندرجہ ذیل تجربہ سے فائدہ اٹھائیے۔

گولی کا حجم : کمرے کا حجم
زمین کا حجم : اس خلا کا حجم جس کے ذرات سے زمین بنی تھی۔



ایک گرد آلود ہوا دار کمرے کے دروازے۔ کھڑکیاں اور روشندان بند کر کے اس ہوا
میں سے کل خاکی ذرات کو جمع کر کے ایک گولی بنالیجئے اور اسے کمرے میں لٹکا دیجئے
اس گولی کے حجم کو جو نسبت کمرے کے حجم سے ہے وہی نسبت ایک سیارے ستارے
یا زمین کے حجم کو اس خلا سے ہے جس کے ذرات سے اس کا جسم بنا ہے۔ کیونکہ یہ کائنات
پہلے گیس یا دھواں کی حالت میں تھی۔

الْأَرْضُ زَمِين

قرآن حکیم میں آسمانوں کے ساتھ زمین کا جہاں بھی ذکر آیا ہے آسمان کو جمع کی صورت میں زمین واحد کی شکل میں بیان فرمایا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسی ایک زمین کا ذکر ہو رہا ہے۔ جس میں ہم رہتے ہیں۔

زمین کے طبقات کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط

اللہ وہی ہے۔ جس نے سات آسمان پیدا کئے۔ اور زمین سے (بھی) اس کی مانند (سات طبقے بنائے)

اس آیت اقدس کی رو سے غالباً زمین کو ان سات طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جن کا اثر آب و ہوا پیداوار اور انسانی بود و باش پر نمایاں ہوتا ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں :-

۱۔ استوائی خطہ۔ خط استوا سے ۵ درجے شمال اور ۵ درجے جنوب تک
آب و ہوا سخت گرم مرطوب۔

۲۔ نیم گرم شمالی خطہ۔ ۵ درجے شمال سے ۲۳½ درجے شمال یعنی خط سرطان تک

گہ میوں میں گرم۔ سردیوں میں سرد۔

۳۔ معتدلہ شمالی $۲۳\frac{۱}{۲}$ درجے شمال سے $۶۶\frac{۱}{۲}$ درجے شمال تک آب و ہوا سرد۔

۴۔ نیم گرم جنوبی خطہ۔ ۵ درجے شمال سے $۲۳\frac{۱}{۲}$ درجے جنوب یعنی خط جدی تک

۵۔ معتدلہ جنوبی $۲۳\frac{۱}{۲}$ درجے جنوب سے $۶۶\frac{۱}{۲}$ درجے جنوب تک آب و ہوا سرد۔

۶۔ منطقہ بارودہ شمالی۔ $۶۶\frac{۱}{۲}$ درجے شمال سے ۹۰ درجے شمال قطب شمالی تک

آب و ہوا سخت سرد۔ برفانی علاقہ۔

۷۔ منطقہ بارودہ جنوبی $۶۶\frac{۱}{۲}$ درجے جنوب سے ۹۰ درجے جنوب یعنی قطب جنوبی تک

آب و ہوا سخت سرد۔ برفانی علاقہ۔

دونوں سرد خطوں کو جن میں آبادی بہت ہی کم یا نہ ہونے کے برابر ہے۔ چھوڑ

دیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی آبادی روئے زمین شرقاً غرباً واقع ہے

جس کا اشارہ لائٹریقیاً و لاغریبیاً میں موجود ہے۔

کرتۃ ارض پر سات بڑا عظم ہیں۔

۱۔ ایشیا۔ ۲۔ یورپ۔ ۳۔ افریقہ۔ ۴۔ آسٹریلیا۔ ۵۔ شمالی امریکہ۔

۶۔ جنوبی امریکہ۔ ۷۔ مجمع الجزائر شرق المند۔

بڑے بڑے سمندر بھی سات ہیں۔

۱۔ بحر الکاہل شمالی۔ ۲۔ بحر الکاہل جنوبی۔ ۳۔ بحر اوقیانوس شمالی۔ ۴۔ بحر اوقیانوس

جنوبی۔ ۵۔ بحر ہند۔ ۶۔ بحر منجمد شمالی۔ ۷۔ بحر منجمد جنوبی

موجودات کی قسمیں

موجودات کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ حیوانات۔ ۲۔ نباتات۔ ۳۔ جمادات۔
۱۔ حیوانات۔ ان میں انسان۔ چوپائے۔ پرندے۔ کیڑے مکوڑے اور جراثیم
شامل ہیں۔

سترآن مجید میں ارشاد ہوا ہے۔

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا۔ اور وہ اللہ جس نے تمام جانوروں کے جوڑے پیدا کئے
بچے جننے والے۔ ان میں انسان اور چوپائے شامل ہیں۔

انسان کی تخلیق

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ
وَجَعَلَ مِنْهَا ذُؤُجَاهًا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا
”وہی اللہ ہے جس نے تمہیں ایک ذات
(آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا اور اسی ایک
ذات سے اس کی بی بی کو بنایا۔ تاکہ وہ اس کے ساتھ رہے۔“

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ
مِّنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي
فَرْأٍ مَّكِينٍ ۖ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ
عَلَقَةً ۖ فَنَخَلْنَاهَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً
اور بیشک یقیناً ہم نے انسان کو ایک
چمٹی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے
اسے ایک مضبوط جگہ یعنی رحم میں نطفہ
بنا کر رکھا۔ پھر ہم نے نطفہ کو بستہ خون

فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَاهَا
الْعِظْمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ
خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ
الْخَالِقِينَ ۝

بنایا۔ پھر ہمنے بستہ سے خون گوشت کا ٹکڑا
بنایا۔ پھر ہم نے گوشت کے ٹکڑا میں
ٹہریاں پیدا کیں۔ پھر ہم نے ہڈی پر
گوشت پر گوشت چڑھایا پھر ہم نے

اس میں دوسری صورت پیدا کی۔ پس بزرگ ہے اللہ اور بہتر پیدا کرنے والا۔

خدا تعالیٰ نے انسانوں میں نر۔ مادہ۔ مرد۔ عورت۔ بوڑھے بنائے ہیں
اسلام میں ایک سے زیادہ یعنی چار عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ بعض مذاہب کے
لوگ جن میں ایک ہی عورت سے شادی کا رواج ہے۔ اس پر اعتراض کرتے ہیں
اس میں بڑی مصلحت ہے۔ وہ یہ کہ بعض اوقات قوموں میں جنگ چھڑ جاتی ہے
اور اس میں بالعموم مرد کام آتے ہیں ایسی صورت میں عورتوں کی تعداد بہت بڑھ
جاتی ہے۔ اس حالت میں عورتوں کی آبادی میں مدغم کرنے کی واحد صورت یہی
ہے۔ کہ مرد ایک سے زیادہ شادیاں کر لیں۔ یورپ میں گزشتہ دو جنگوں کے بعد
عورتوں کی تعداد زیادہ ہے جس سے اخلاقی ابتری پھیلی ہوئی ہے۔ عام حالت میں
بھی مرد ایک سے زیادہ شادی کر سکتا ہے۔ مگر اس میں اسلام نے ایک بڑی شرط
یہ رکھی ہے کہ عورتوں سے مساوی برتاؤ کیا جائے اور ان کے حقوق کا برابر خیال رکھا جائے
جس طرح رحم میں انسان کے صورت پذیر ہونے کا ذکر ہوا ہے۔ حیوانات کی تخلیق
بھی اسی طرح ہے۔

ب۔ انڈوں سے پیدا ہونے والے

ان کے متعلق ارشاد ہے —

مَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ —

”ہم نے مردہ سے زندہ کو اور زندہ سے مردہ کو
پیدا کیا اور زندہ سے مردہ کو

یعنی انڈے سے زندہ جانور کو پیدا کیا اور جانور سے انڈے کو۔

اہل منطق میں یہ سوال چلا آتا ہے کہ انڈا پہلے ہے یا مرغی۔ انڈا پہلے ہے۔
کیونکہ اجزائے مردہ سے زندہ چیز بھی پیدا کی گئی ہیں۔

ج۔ جدائیم۔ یہ نہ انڈوں سے پیدا ہوتے ہیں نہ بچے دیتے ہیں بلکہ ان
کی بڑھوتری کا طریقہ الگ ہے۔ ان میں ایک جرم کا حصہ بڑھ کر دوسرا جرم بنتا
اور جدا ہو جاتا ہے۔ اس طرح دو سے چار، چار سے آٹھ، آٹھ سے سولہ بنتے
چلے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق ارشاد ہوا ہے۔

وَلَمَّا سَأَلْتُمُ مِّنْ تَّرَاقٍ مِّنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ
مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لِيَقُولَنَّ اللَّهُ ط
اگر تم اُن سے پوچھو گے کہ آسمان سے
پانی کس نے برسا یا اور اس سے بعد اس
کے مردہ ہو جانے کے زندہ کر دیا۔ تو
یقیناً یہ لوگ کہیں گے کہ اللہ نے،

جب بارش برستی ہے تو قدرت الہی سے سطح زمین میں بے شمار جراثیم
پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو ہوا میں نمی حرارت کی موجودگی میں بڑھتے ہیں۔ زمین کا

وہ حصہ جس پر بارش ہو۔ ان سے پڑ ہو جاتا ہے۔ ان کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مفید۔ جیسے وہی۔ اور آٹے کے خمیر کے جراثیم۔ نیز کھا دینا والے جراثیم۔

۲۔ مضر۔ جیسے ہیضہ، دق، چیچک وغیرہ بیماریوں کے جراثیم۔

نباتات : یہ ذی روح مخلوق ہے۔ مگر چل پھر نہیں سکتی

اس کے متعلق ارشاد ہے کہ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
مَاءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً ۚ

زمین سرسبز ہوئی جاتی ہے۔

فَاخْرَجْنَا مِنْهَا نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ نَخْرُجُ
مِنْهُ خَضِرًا مُخْرِجًا مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا ۖ

باہم ملے ہوئے غلوں کے دانے نکالے ہیں۔

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلْنَا فِيهَا
زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔

(جوڑے جوڑے بنائے۔)

بارش کے ذکر کے ساتھ پودوں اور پھلوں کی پیدائش کا ذکر ہے۔ نیز ارشاد ہوا

ہے کہ ہم نے پھلوں کے جوڑے بنا دیئے ہیں۔ زوجینِ اثنین سے مراد ان میں نہ

و مادہ قسم کے جوڑے ہیں۔ پھل پھولوں سے بنتے ہیں۔ پھول میں نہ اور مادہ حقے موجود

ہوتے ہیں، نہ حصہ پر غبار بنتا ہے۔ اس غبار کے مادہ حصہ میں پہنچ جانے سے پھل بننا شروع

ہو جاتا ہے۔ یہ زرغبار مادہ حصہ تک یا تو ہوا کے ذریعہ پہنچتا ہے یا کیڑوں کے پروں میں لگ کر جو پھول کی پتیوں سے رس چوسنے کے لئے ان پر آ بیٹھتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی اقسام حسب ذیل ہیں۔

۱۔ مکمل پھول۔ ان میں زر اور مادہ دونوں حصے موجود ہوتے ہیں جیسے کیپاس کا پھول
۲۔ نامکمل پھول۔ ۱۔ ان میں زر پھول علیحدہ ہوتے ہیں، مادہ پھول علیحدہ۔ جیسے کدو حلوسے وغیرہ کے پھول۔

ب۔ ان میں زر درخت الگ ہوتا ہے۔ مادہ الگ۔ جیسے کھجور کا درخت۔
زر درخت میں زر پھول لگتے ہیں۔ مادہ میں مادہ پھول۔ کیڑوں کے ذریعے زرغبار مادہ درخت کے پھولوں پر آتا ہے۔ جس سے کھجوریں بنتی ہیں۔
ان درختوں کے جھنڈ میں زر درخت کو عام زبان میں کھسی درخت کہتے ہیں۔ یہی زر درخت ہے۔

جمادات۔ بے جان چیزیں۔ جیسے مٹی۔ پتھر۔ لوہا۔ تانبا۔ پانی۔ ہوا۔
ان میں سب سے اہم چیز جو انسان کے لئے بہت کارآمد ہے۔ لوہا ہے۔
اس کے متعلق ارشاد ہے۔

وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ ط
اور ہم نے لوہا اتارا۔ جس میں سخت لڑائی (کا سامان) ہے۔ اور اس کے علاوہ بھی لوگوں کو فائدے ہیں۔ تاکہ اللہ اس شخص کو

معلوم کرے جو اس کے (دین) کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے۔

اس ایک اہم دھات کے ذکر سے دوسری دھاتوں اور دیگر چیزوں سے بھی فائدہ اٹھانے کی طرف اشارہ ہے تاکہ ان سب سے کام لیا جائے۔

پانی، بارش کے متعلق ذکر ہو چکا ہے کہ اس سے سبز و آگتا ہے۔ اناج پیدا ہوتے ہیں اب پانی کے دوسرے فوائد کا بیان ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِی الْاَرْضِ
وَالْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِہٖ ۝
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو کچھ زمین میں ہے تمہارے تابع کر دیا ہے اور کشتی کو بھی تمہارے تابع کر دیا ہے۔ جو اسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہے۔

مائع (پانی) سے ایک عظیم فائدہ جہاز رانی کے علاوہ، دوسری مائع مثلاً مٹی کے تیل پٹرول وغیرہ سے بھی فائدہ اٹھانے کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ سب چیزوں کو جو زمین میں ہیں انسان کے تابع کر دیا گیا ہے۔

ہوا۔ وَتَصْرِیْفُ الرِّیْحِ وَالسَّحَابِ اور ہواؤں کے چلانے میں آسمانوں اور زمین کے بیچ میں
الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ۝ کے تابع فرمان کرنے میں (خدا کی وحدانیت کی نشانیاں ہیں)
ہوا میں تمام ذی روح سانس لیتے ہیں۔ علاوہ انہیں جس طرح بادلوں کی صورت میں
منوں پانی ہوا کے دوش پر اڑتا ہے۔ اس طرح ہوائی جہاز بھی اڑتے ہیں۔ نیز ہوا کے
اجزاء یعنی مختلف گیسوں سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جو جلانے کے کام بھی آسکتی ہیں
جیسے سوئی گیس۔

تَقْلِید

علامہ اقبالؒ - مرید ہندی کی حیثیت سے پیرومی (حضرت مولانا رومؒ) سے دریافت کرتے ہیں

سہ آدم سے مجھے آگاہ کر

نمائت آدم خبر ہے یا نظر

مجھے اس بات سے آگاہ کیجئے کہ انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے صرف یہ کہ اسے کائنات اور خدا تعالیٰ کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں ہے۔ یا یہ کہ وہ انتہائی ترقی کر کے اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرے۔

مولانا رومؒ آدمی دیدار است باقی پوست بہت

دید آں باشد کہ دید دوست است

انسان کی زندگی مقصد دیدار ہی تو ہے باقی سب اس کے لوازمات ہیں۔

دید سے مراد دوست کی دید یعنی اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ مقصد کس طرح حاصل ہو سکتا ہے۔ انسان کا رُخ دنیا کی طرف

ہے اور وہ کاروبار میں مصروف ہے۔ اس کا دارِ بانیں حاش ہے۔ خدا تعالیٰ کا دیدار حاصل

کرنے کے لئے یہ دل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ع

دل گزر گاہ حبیل اکبر است

دل ہی انوار الہی سے روشن ہوتا ہے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

دل کے آئینہ میں تصویر یار جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

یا ع "ماورِ پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم"

ہم نے دل کے پیالہ میں یار کے چہرے کا عکس دیکھا ہے۔

علامہ فرماتے ہیں۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی

ہو دیکھتا تو دیدہ دل واکرے کوئی

اوپر ذکر ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل کرنے کے لئے دل کی طرف توجہ کرنا ضروری

ہے۔ پس ھُو کے دیکھنے کے لئے عابد کی حرکت بائیں طرف ہے

ھُو (د) کا نور عابد کو اسی نقطہ سے مل سکتا ہے جہاں عبدیت الہیت ملتی ہے اسی مقام پر

عابد (حضرت سرور کائنات) فائز ہیں۔ پس عبد کی حرکت بھی اسی جانب ہے جیسا کہ شکل سے ظاہر ہے

د، عابد بائیں طرف حرکت کرتا ہوا عابد (د) کے ساتھ عبد کے آگے جا کھڑا ہوا۔ اس کا

منہ اگلی جانب ہے اور عابد (د) اس کے پیچلی طرف۔ ظاہر ہے کہ اس نے نہ عبد کو دیکھا ہے

نہ ھُو (د) کو۔ یہ وہ شخص ہے جس نے حضور پاک کی پیروی کے بغیر ھُو (د) کی تلاش

شروع کی۔ مگر بالکل ناکام رہا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

(۲) عُبْد بایں طرف حرکت کرتا ہوا عُبْد ء کے حصّہ عبد کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا ہو گیا۔ جب اس نے بایں طرف دیکھا صرف عُبْد نظر آیا۔ ھُو (۵) کو نہ دیکھ سکا۔ کیونکہ برابر کھڑا ہونے سے تیسرا شخص نظر نہیں آتا۔ اس نے صرف عُبْد ء کی عبدیت کو ہی دیکھا اور صرف اسی حیثیت کو پہچانا۔ فوراً پکار اٹھا کہ میں بھی ایسا ہی بشر ایسا ہی نبی۔ ایسا ہی پیغمبر ہوں۔ مگر واسطے ناکامی کہ ھُو (۵) کا دیدار حاصل نہ کر سکا۔

دیدہ اش محروم از دیدار حق
باطنش تار است بے انوار حق

اس کی آنکھیں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم ہیں اس کا باطن انوار الہی کے بغیر بالکل تاریک ہے۔
(۳) عبد بایں طرف حرکت کرتا ہوا عُبْد ء کے حصّہ عبد کے عین پیچھے جا کھڑا ہوا۔ سامنے سے دیکھا۔ عُبْد ء کی عبدیت کو پہچانا۔ ذرا بایں طرف نظر اٹھائی، ھُو (۵) کے دیدار سے بھی مشرف ہوا۔

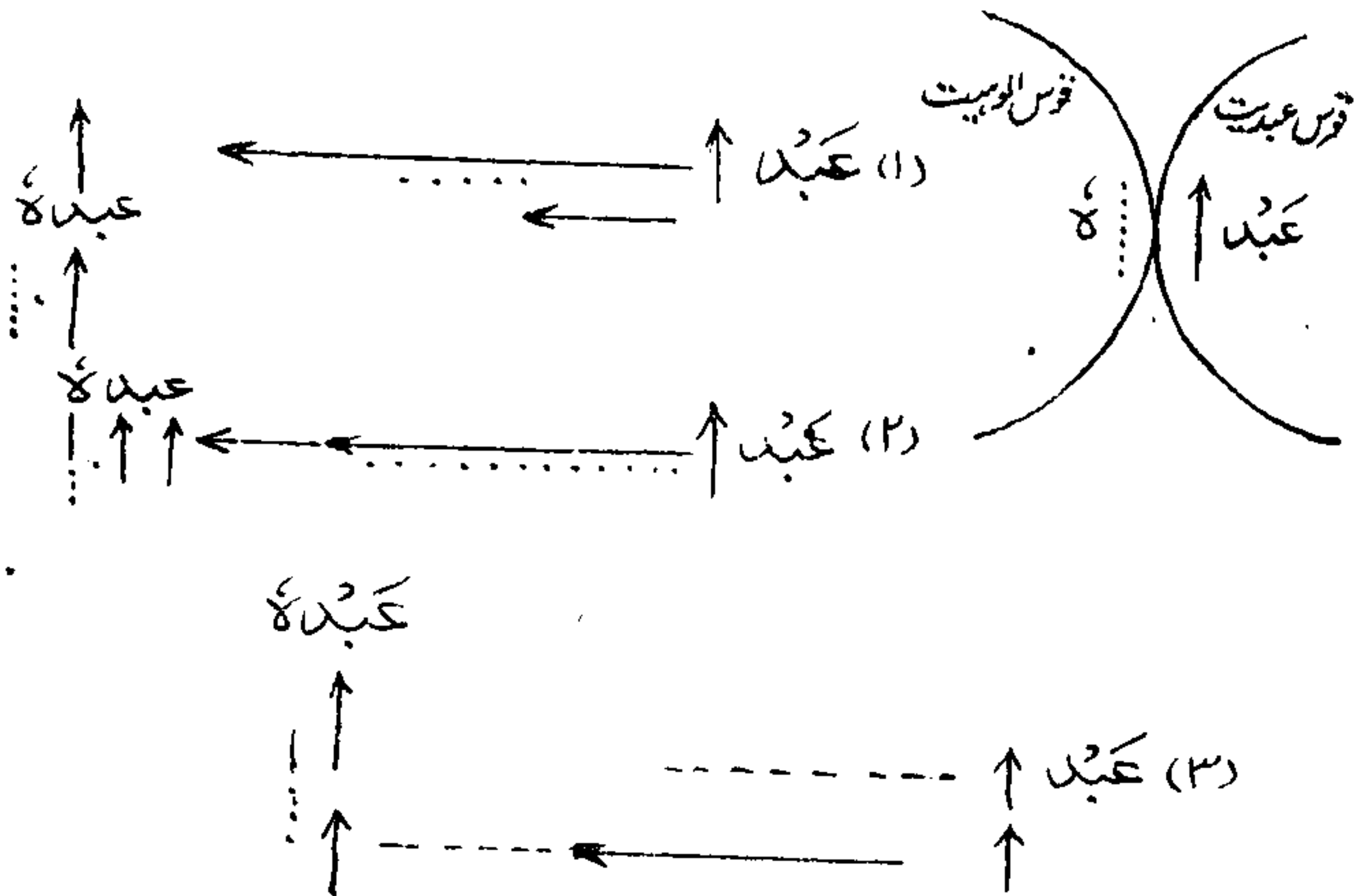
مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ است

اگر بہ او نہ سیدی تمام بولہبی است، (علامہ اقبال)

اپنے آپ کو حضور مصطفیٰ تک پہنچا کہ دین تمام کا تمام وہی ہیں۔ اگر تیری رسائی ان تک نہیں ہے تو تیرا دین کفر ہی تو ہے۔

تیرے مسلمان ہونے کی اولین شرط یہ ہے کہ تو حضور پاکؐ کی پیروی کرے۔
اسلام ایک نور ہے۔ اس سے وہی مستفیض ہو سکتے ہیں جن کے گھلے میں میری پیروی کا
طوق ہے (حدیث شریف)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُّحْبِبْكُمُ اللّٰهُ
(اے نبی کریم کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پیارے بننا چاہتے ہو
تو میری (نبی کریم کی) تابعداری (اختیار) کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا پیارا بنائے گا۔
اس آیت اقدس میں حضور پاکؐ کی اطاعت اور تابعداری کو اللہ تعالیٰ کے
محبوب بننے کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔



نور سے فیضیابی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا
تحقیق اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور نبی
پاک پر درود بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو! جو
ایمان لائے ہو۔ تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔

اللہ تعالیٰ کا حضور پر درود بھیجنا کیا ہے۔ اپنے انوار کی ہر وقت بارش۔

اس آیت اقدس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

۱۔ میں اپنے نبی پاک پر درود بھیجتا ہوں۔

۲۔ میرے فرشتے بھی یہی کام سرانجام دیتے ہیں۔

۳۔ درود حضور نبی پاک پر بھیجا جا رہا ہے۔

۴۔ اے مومنو! تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔

اس آیت اقدس کا مطلب سمجھنے کے لئے غور کیجئے۔ آپ ہر روز ریڈیو سے

تقریریں اور خبریں سنتے ہیں۔ اس میں ذیل کے امور کا متعلق ہوتا ہے :-

۱۔ مقرر یا گوئیہ آواز نشر کرتا ہے۔

۲۔ آلہ نشر جس سے آواز نشر کی جاتی ہے۔

۳۔ ایبھر کی لہریں جو آواز کو فضا میں پھیلاتی اور مختلف مقامات پر پہنچاتی ہیں۔

۴۔ ریڈیوسٹ جو آواز کو اخذ کرتا ہے۔

۵۔ بٹن دبانا جس سے آواز کو سن سکتے ہیں۔

بعینہ اسی طرح

۱۔ اللہ تعالیٰ اپنے انوار رحمت کو نشر فرماتے ہیں۔

۲۔ آلہ نشر جہاں سے انوار نشر کئے جاتے ہیں۔ حضرت عکبلا ہیں جن کا مقام دائرۂ عرش الوہیت اور دائرہ بشریت کے عین مقام اتصال پر ہے۔

۳۔ ایبھر کی لہروں کا کام فرشتے سرانجام دیتے ہیں جو انوار کو فضا میں پھیلاتے ہیں۔

۴۔ عبد بمنزلہ ریڈیوسٹ ہے جو ان انوار کو اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

۵۔ بٹن دبانے سے جس طرح آواز سنائی دیتی ہے۔ اسی طرح درود شریف پڑھنے سے عبد ان انوار کو اخذ کرتا ہے۔

نورِ جان یا رُوح

قرآن حکیم میں رُوح کے متعلق ارشاد ہے
قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي - اے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
کہہ دیجئے کہ رُوح میرے رب کا امر یا حکم ہے۔

جس طرح ملازمت یا نوکری میں حکم کارفرما ہوتا ہے۔ کہ حکم قائم ہے تو ملازمت
بھی قائم ہے۔ حکم منسوخ ہے تو ملازمت بھی منسوخ ہے۔ اسی طرح رُوح بھی زندگی میں
کارفرما ہے۔ رُوح قائم ہے تو زندگی بھی قائم ہے۔ رُوح جسم سے خارج ہو جائے، تو
زندگی بھی ختم ہو جاتی ہے۔

بشر کی پیدائش کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے اس کا جسم خمیر کی ہوتی
مٹی سے بنایا ہے۔ جس طرح آٹے میں کوئی چیز ملا کر خمیر اٹھایا جاتا ہے۔ اسی طرح خمیر کی ہوتی
مٹی سے یہ مراد ہے کہ انسان کے جسم کو مٹی میں مٹے ہوئے ان اجزاء سے بنایا ہے
جو اس کے جسم کی ساخت میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض حسب ذیل ہیں:-
آکسیجن۔ ہائیڈروجن۔ نائٹروجن۔ کاربن۔ چونا۔ فاسفورس۔ لوہا۔ پلوٹامش
وغیرہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں بدن کو مادی اجزاء سے بنایا ہے۔ وہاں رُوح کے متعلق

ارشاد ہے :-

وَنَفَخَتْ فِيهِ مِنْ رُوحِي ہم نے اپنی روح سے اس میں جان
پھونک دی ۔

روح کو اپنی روح سے نسبت دینے سے یہ مدعا ہے کہ روح کی تخلیق نور سے کی گئی ہے
اب مسئلہ حیات کو یوں سمجھ لیجئے کہ جس طرح ریڈیوسٹ میں برقی رو داخل کی
جاتی ہے تو اسی قوت سے وہ فضائی برقی رو سے آواز اخذ کر لیتی ہے جس سے ہم
دور دور کے شہروں سے نشر شدہ تقریریں سن لیتے ہیں ۔ برقی رو جاری ہو تو آواز بھی سنائی
دیتی ہے ۔ جو نہی اسے بند کر دیا جائے ۔ آواز بھی بند ہو جاتی ہے ۔ یہی حال جسم کا
ہے ۔ اس میں روح موجود ہے ۔ یہ روح اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ اَلْاَرْضِ کے نور
کو جذب کرتی ہے جو فضا میں ہر طرف ساری و طاری ہے ۔ اس سے جسم بڑھتا
ہے ۔ زندگی قائم رہتی ہے ۔ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے تو زندگی ختم ہو
جاتی ہے ۔ یہی وہ نور ہے جو ہماری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے اور تمام
کائنات کی زندگی کا باعث ہے ۔

نَحْنُ اَقْرَبُ الْيَدِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ اور ہم شہ رگ سے بھی قریب تر ہیں ۔
(۱) بعض ریڈیوسٹ بالکل چھوٹے ہوتے ہیں ۔ ان سے ایک ہی آدمی آواز
سن سکتا ہے ۔ وہ بھی کانوں سے لگا کر ۔ بعض بڑے ہوتے ہیں ۔ جن کی آواز دور دور
تک سنائی دیتی ہے ۔ چھوٹے ریڈیو میں برقی طاقت کم خرچ ہوتی ہے اور بڑے

سٹ میں زیادہ

(۲) چھوٹی چھوٹی بیٹریاں بازار میں کمیتی ہیں بعض ان سے بڑی ہوتی ہیں اور بقی
قمعے چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔ روشنی تو ان سب سے حاصل ہوتی ہے۔ مگر
چھوٹے لمپوں اور بیٹریوں سے کم۔ بڑوں سے زیادہ۔ اسی لحاظ سے ان میں برقی
طاقت بھی کم و بیش خرچ ہوتی ہے۔

(۳) ذیل کی رقوم کا ملاحظہ فرمائیے :-

۹ ۹ ۹ ۹ ۹

۸ ۸ ۸ ۸ ۸

۷ ۷ ۷ ۷ ۷

۶ ۶ ۶ ۶ ۶

۵ ۵ ۵ ۵ ۵

۴ ۴ ۴ ۴ ۴

۳ ۳ ۳ ۳ ۳

۲ ۲ ۲ ۲ ۲

۱ ۱ ۱ ۱ ۱

ان میں سے ایک رقم ہیں ایک ہی ہندسہ

ہر درجہ پر موجود ہے۔ دوسری رقم ہیں بھی ہندسہ ایک

ہی ہے اور وہی سب درجوں میں موجود ہے۔ یعنی

تمام رقوم کی کیفیت ایک ہے۔ مگر سب سے

اوپر کی رقم کی قیمت سب سے زیادہ ہے اور نیچے کی

رقم کی سب سے کم ہے۔ یعنی ان کی مقداریں بھی مختلف ہیں

ان مثالوں میں آواز اور رقوم کی کیفیت تو ایک

ہی ہے۔ مگر ان کی مقداروں میں بڑا فرق ہے۔

اسی طرح جانداروں میں روح کی کیفیت تو ایک ہے

کہ سب میں کھانا، پینا، چلنا، پھرنا، اور بڑھنا ایک ہی طرح ہے۔ مگر ان

کے اجسام میں بڑا تفاوت ہے۔ اس کی صورت بھی وہی ہے جس کا ذکر اوپر

کی مثالوں میں آیا ہے۔ نور جان کی مقدار جس قدر ہو فضائی نور بھی اسی مقدار میں اس میں جذب ہوتا ہے اور جسم اسی حساب سے چھوٹا اور بڑا بنتا ہے۔ مثلاً مکھٹی اور چیونٹی کی جانیں ننھی ننھی ہیں۔ یہ اتنی ہی مقدار میں فضائی نور جذب کرتی ہیں۔ چنانچہ ان کے جسم ننھے ننھے ہیں۔ ماکھی اور شیر میں نور جان کی مقدار ان سے بہت زیادہ ہے۔ وہ اتنی ہی زیادہ مقدار میں فضائی نور کو جذب کرتے ہیں۔ ان کے جسم بڑے بڑے اور مضبوط ہوتے ہیں۔

انسان کی روح سب سے طاقتور ہے۔ اس کی مقدار ان سے زیادہ ہے کیونکہ اس کو اور اک اور فہم کے ساتھ نطق بھی حاصل ہے اور اس کی عقل ان سے بہت بڑھ کر ہے۔ جس سے یہ سب پر غالب آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ انسان کی خاطر بنایا ہے۔ پس اسے قوت اور عقل بھی زیادہ بخشی ہے۔ اس لحاظ سے یہ تمام حیوانات سے افضل اور بہتر ہے۔

روشنی

۱۔ رات کے وقت تاریک کمرہ میں انسان کوئی کام نہیں کر سکتا۔ وہاں چوہے
 ناچتے ہیں۔ بلیاں دوڑتی ہیں۔ جب روشنی آ جاتی ہے بلیاں اور چوہے بھاگ
 جاتے ہیں۔ اور انسان اطمینان سے کام کر سکتا ہے۔
 اسی طرح جب انسان کے دل میں نور حق کی روشنی آتی ہے تو شیطانی دوسلوں
 کے چوہے اور بلیاں بھاگ جاتی ہیں۔ انسان اپنے خالق حقیقی سے لو لگاتا ہے۔
 ۲۔ سنسان جنگل میں جہاں انسانی آبادی نہیں ہوتی۔ شیردھاڑتے ہیں۔ ہاتھی
 چنگھاڑتے ہیں۔ جب وہاں انسانی آبادی آتی ہے۔ شیربجروں میں بند کر کے
 سرکسوں میں لائے جاتے ہیں۔ ہاتھیوں پر سواری کرتے ہیں۔ بوجھ لادتے ہیں۔
 جب دل کے سنسان جنگل میں نور حق آتا ہے تو ترس و ہوا کے شیر اور ہاتھی مغلوب
 ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَّقَ الْبَاطِلُ
 اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوًّا ط
 کہہ دیجئے حق آگیا اور باطل چلا گیا۔
 بلاشبہ باطل جانے والی چیز ہے۔

نورِ ہدایت

جیسا کہ ذکر ہوا ہے۔ انسان کی عقل و دانش کا انحصار تو اس کی روح کی طاقت پر ہے۔ مگر کفر و ایمان کا فرق اس میں نورِ جان سے نہیں بلکہ نورِ ہدایت سے آتا ہے۔ نورِ ہدایت کا منبع نورِ نبوت ہے اور نورِ نبوت کا ماخذ وہ نور ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ یعنی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور۔ چنانچہ حدیث شریف ہے۔

أَوَّلَ مَا خَلَقَ اللَّهُ نُورِيَّ - سب سے پہلے میرے نور کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا
نیز۔

كُنْتُ نَبِيًّا وَادَمَ بَيْنَ الْمَاءِ وَالْطِّينِ ۝ ہم اس وقت بھی نبی تھے۔ جب حضرت آدم ابھی آب و گل میں جلوہ گر تھے۔

نورِ ہدایت کا اثر دل پر ہوتا ہے۔ جس طرح کسی جلتے ہوئے لمپ کے سامنے لوہے یا ٹین کا جینٹل شدہ ٹکڑا یا آئینہ رکھ دیں تو وہ اس روشنی سے چمک اٹھتے ہیں۔ ان میں سے روشنی کی شعاعیں نکلتی دکھائی دیتی ہیں۔ اسی طرح جب دل نورِ ہدایت کے کسی لمپ کے سامنے آتا ہے تو چمک اٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی کے ساتھ ہی نورِ ہدایت بھیجا ہے۔ جو حیوانات پر نہیں۔ صرف انسانی

آبادی پر اپنا اثر کرتا ہے۔ اس سے کفر کی تاریکی دور ہوتی ہے۔
 انسانی دلوں میں باقاعدہ روشنی بعینہ اسی طرح آتی ہے جس طرح برقی
 لمپوں میں۔ جن کے تار کھمبوں پر سے ہوتے ہوئے برقی ہیڈ ورکس میں پہنچتے
 ہیں۔ انسان کو اس لحاظ سے ایک کھمبہ تصور کر لیجئے۔ جس طرح برقی رو کے
 کھمبوں کے ساتھ تار ملا دینے سے کمرہ میں رکھا ہوا برقی لمپ فوراً روشن ہو
 جاتا ہے۔ اسی طرح اہل دل سے دل کا تار ملانے سے یہ روشنی اسی طرح
 باقاعدہ آنا شروع کر دیتی ہے۔ جس طرح برقی لمپ میں۔

پس اس بیان سے یوں سمجھ لیجئے کہ آپ کے کمرہ میں رکھا ہوا ریڈیو
 سٹ تو آپ کا جسم ہے۔ برقی لمپ کی طرح آپ کا دل ہے۔ پس دل کا
 تار اہل دل سے ملا دیجئے تو آپ کا دل بھی نورانی ہو جائے گا۔ اور جسم کا
 تار ایک کمرہ روشن ہو جائے گا۔ اس سے آپ زندگی کا مزہ اسی طرح حاصل
 کریں گے۔ جس طرح روشن کمرہ میں ریڈیو سٹ کی آواز سے لطف اٹھاتے ہیں۔

دُرود شریف

جب شہر میں کسی محلہ کی بجلی کی لائن خراب ہو جانے سے برقی لمپ بجھ جاتے ہیں تو ہیڈ ورکس میں اطلاع دی جاتی ہے کہ فلاں محلہ میں روشنی نہیں آرہی۔ اس لائن کو درست کر دیا جائے۔ تاکہ محلہ مذکور کے لمپ روشن ہو جائیں۔ اسی طرح نور دل کو جاری کرنے کے لئے درود شریف پڑھنے والا کہتا ہے۔

اے اللہ درود بھیج حضور سرور کائنات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کی آل پر
اور صحابہ کرام پر اور ان پر برکت اور
سلامتی عطا فرما۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاَصْحَابِ
سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ
عَلَيْهِ۔

جس طرح بجلی کے ہیڈ ورکس سے مختلف لائنیں نکلتی ہیں جو ہر طرف بجلی پہنچاتی ہیں۔ اسی طرح مخزن نور سے صحابہ کرام اور آل کی لائنیں نکلتی ہیں۔ جو اس نور کو ہر طرف پھیلاتی ہیں۔ پس درود شریف پڑھنے والا التجا کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ اپنا نور حضور پاک پر بھیج اور ان سے جو لائنیں صحابہ کرام اور آل کی نکلتی ہیں ان میں اپنا نور بھیج۔ ظاہر ہے کہ

دراود شریف پڑھنے والا ان لائنوں میں سے کسی نہ کسی لائن کے سامنے
موجود ہے۔

جس طرح برقی لمپ کا تار کھجے سے لگا ہوا ہے اور کھجوں کی تاروں کا
سلسلہ ہیڈ ورکس تک جا پہنچتا ہے۔ جہاں سے بجلی کی رو آرہی ہے۔ اسی
طرح جب کسی اہل دل سے بسلسلہ بیعت تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو اس کا تعلق
بھی ایسے سلسلہ سے ہو جاتا ہے۔ جو مسلسل نور کے ہیڈ ورکس یعنی حضور پاک
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

پس نور سے فیضیاب ہونے کے لئے ضروری ہے کہ باقاعدہ اہل سلسلہ
سے تعلق پیدا کیا جائے۔

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ
بَارَكْ وَسَلِّمْ

شریعت اور طریقت

شریعت :- اس کی مثال ایسے کھیت کی ہے جو بارانی ہو۔ اس کے گرد ایک مضبوط بندھ ہو اور اس پر خاردار بارھ لگائی گئی ہو تاکہ بارش کا پانی اس میں بہ نہ جائے اور نہ ہی جنگلی جانور فصل کا نقصان کر سکیں۔ ایسے کھیت کی پیداوار کا انحصار بارش پر موقوف ہے۔ اگر بارش میں کمی ہوگی تو فصل ناقص ہوگی۔ زیادہ ہوگی تو بہتر۔

طریقت :- اگر ایسے کھیت کا تعلق جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ کسی منبع آب چاہ یا نہر سے وابستہ کر دیا جائے۔ جس سے باقاعدہ طور پر اس کی آبپاشی ہو سکے تو اس کی فصل یقینی اور پیداوار زیادہ ہوگی۔

پس کھیت وہ اچھا ہے جس کے گرد مضبوط بندھ ہو۔ گھنی خاردار بارھ لگی ہوئی ہو اور کسی منبع آب یعنی چاہ یا نہر سے اس کا تعلق ہو۔ تاکہ بوقت ضرورت پانی سے سیراب ہو سکے پہلی صورت میں وہ کھیت شریعت کے زمرہ میں آتا ہے۔ دوسری صورت میں طریقت میں شمار ہوتا ہے۔ جس طرح دونوں صورتوں کا موجود ہونا کھیت کے لئے ضروری ہے اسی طرح مومن کے لئے بھی دونوں صورتوں کا ہونا لازمی ہے۔ وہ شریعت کی حد بندی کا بھی پورا خیال رکھے اور منبع نور سے بھی اپنا تعلق پیدا کرے۔ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَحْتَدِوْهَا۔

ترجمہ :- یہ اللہ کی حدیں ہیں۔ پس ان سے تجاوز نہ کرو۔

انسانی زندگی

زندگی اور خودی

روح اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس سے انسانی زندگی کا قیام عمل میں آتا ہے جیسے ملازم کی تقرری کا حکم محکمہ کی طرف سے جاری ہوتا ہے تو وہ اس حکم کے مطابق اپنی ملازمت پُر تکمیل ہو جاتا ہے۔ جب تک یہ حکم بحال ہے اس وقت تک اس کی ملازمت بحال رہتی ہے۔ حکم منسوخ ہو جاتے تو ملازمت بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اسے ایک پروگرام پیش کیا جاتا ہے۔ جس پر عمل کرنا اس کے لئے لازمی ہے۔ اگر وہ اس ہدایت نامہ کو ٹھکرا دے۔ تو اس کی ملازمت بحال نہیں رہ سکتی۔ بلکہ وہ سزا کا مستوجب قرار دیا جاتا ہے۔ اس میں تساہل سے کام لے تو اسے اس کے مطابق کم و بیش سزا بھی ملتی ہے۔ اس کا قصور معاف بھی ہو سکتا ہے۔ خوش اسلوبی سے کام کرے تو انعام اور ترقی کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔ یہی حال زندگی کا ہے۔ روح زندگی کی بحالی کا حکم ہے۔ نور ہدایت جو نور نبوت کی معرفت دے دیا جاتا ہے۔ اس کا پروگرام ہے۔ جس پر عمل کرنا لازمی ہے۔ تساہل کی صورت میں سزا کا وہی عالم ہے۔ جس کا ذکر ہوا قطعی انکار

کی سزا جہنم ہے۔ خوش اسلوبی سے کام کرنے کی جزا جنت ہے۔ آئیے تفصیل میں جاننے سے پہلے ذرا زندگی کی کیفیت پر غور کر لیں۔

آپ جانتے ہیں کہ بجلی یا برق میں مثبت اور منفی دو طاقتیں ہوتی ہیں۔ جب یہ دونوں باہم ملتی ہیں تو ان سے شعلہ اور گرج پیدا ہوتی ہے۔ جیسا کہ بادلوں میں بجلی کو بندتے وقت چمک اور گرج دونوں آپ کے مشاہدہ میں آیا کرتی ہیں۔ اسی طرح اللہ نور السموات والارض کا نور جو فضا میں ہر طرف ساری و طاری ہے۔ جب وجود کے اندر نور جان سے ملتا ہے تو اس سے بھی دو طاقتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک طاقت تعمیری ہے۔

تعمیری طاقت :- اس طاقت یا نور سے جسم کے اندر خوراک ہضم ہوتی ہے جو بدن کے اجزاء میں پہنچتی ہے اور جسم کے اجزاء اس سے بڑھتے ہیں۔ دل و دماغ کی ساخت اسی طاقت کی حسن کارکردگی ہے۔ غرضیکہ یہ بدن کے امور داخلہ کی کلینتہ انچارج ہے۔ اس نور کا اظہار قرآن حکیم میں اس طرح ہے۔

نحن اقرب البیر من حبل الوريد

ع تری شاہ رگ سے بھی ہوں نزدیک تر

خودی :- دوسری قوت کا نام خودی ہے۔ یہ طاقت سارے جسم میں ساری و طاری ہے۔ اس کا مقام دل ہے۔ اسی طاقت کے ذمہ امور خارجہ ہیں۔ جسم کی تمام حرکتیں، دل و دماغ کی تمام کیفیتیں اس طاقت سے ظہور میں

آتی ہیں۔ چلنا، پھرنا، سوچنا، سمجھنا، اور ہر قسم کی ایجادات وغیرہ تمام اس قوت سے ظہور میں آتی ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ روزِ اول میں تمام انسانی روحوں نے عشقِ الہی کو مقبول کرنے کا حلف اٹھایا تھا۔ جسے میثاقِ اول کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے مطابق اب روح کا اس پر عمل پیرا ہونا اور عشقِ الہی کا بار اٹھانا لازمی ہے پس یہ ہدایت نامہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ہدایت نبوت کی معرفت حضرت آدم سے لے کر ملتی رہی اور پھر نشتِ درِ پشت وجود میں آتی رہی۔ انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوتے رہے اور صحیفوں اور کتابوں کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات اور ہدایات لاتے رہے۔ سب کے بعد حضرت محمدؐ کا خاتمِ رسد اور کائنات حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور قرآن مجید کا ہدایت نامہ لائے۔ جس پر عمل پیرا ہونا اب روح انسانی کے لئے ضروری ہے پس خودی کے سامنے دو راستے ہیں۔ (۱) خیر۔ (۲) شر۔

خیر کا راستہ اختیار کرنے اور اس پر عمل کرنے سے اس میں زندگی کی اعلیٰ صفات پیدا ہوتی ہیں۔ نورِ ہدایت کو جو قرآن کریم کی شکل میں اس وقت ظہور پذیر ہے۔ اور قیامت تک رہے گا۔

مان لینے سے وہ مسلمان بنتا ہے۔ اس پر نین دہی سے کام کرنے سے مومن کہلاتا ہے۔ اور زیادہ ترقی کرنے سے ولایت کے درجہ پر فائز ہوتا ہے۔

جب یہ خودی یعنی انسانی وجود کی حکمران طاقت اپنی جان راہ حق میں مستربان کرتی ہے تو اسے شہادت کا بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے جو ولایت سے بھی بلند ہے۔

خودی حکمران طاقت ہے۔ اس لئے کہ یہی طاقت میرا دل۔ میری جان میرا بدن پکارتی ہے۔ اسے ہماری زبان میں یس اور عربی میں انا کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ انسان کہتا ہے یس مر گیا۔ میری جان نکل گئی تو حقیقت میں یہ خودی بولتی ہے۔

خودی کا شر کے راستہ پر چلنا انسان کی زندگی کو صراطِ مستقیم سے ہٹا دیتا ہے۔ شر کا منبع ابلیس یا شیطان ہے جو انسان کو عشقِ الہی کے راستہ سے روکتا اور ہٹاتا ہے۔ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ جس طرح دن کی نمود کے لئے رات پیدا کی گئی ہے۔ اسی طرح خیر کو نمایاں کرنے کے لئے شر کا حزب اختلاف وجود میں لایا گیا ہے۔ یہ خودی کی آزمائش ہے کہ وہ خیر کا راستہ اختیار کرتی ہے یا شر کا۔ پہلا راستہ اختیار کرنے میں اس کی نجات اور سرفرازی ہے۔ دوسرا راستہ اختیار کرنے میں اس کے لئے ذلت اور خواری ہے۔ جب خودی خیر سے قطعاً انحراف کرتی ہے تو اس میں غرور اور تکبر، فرعونیت اور نمروdit آجاتی ہے۔ یہ اس کا صریحاً کفر ہوتا ہے۔ جس کی سزا جہنم ہے۔

پس خودی کا نور ہدایت کو قبول کر کے اس پر چلنا اور عمل پیرا ہونا ہی اس

کی کامیابی ہے اور اس میں خالق اکبر کی رضا جوئی ہے۔
 جب خودی اس کو پوری طرح اپناتی ہے۔ تو اس کا مقام یا دل گذرگاہِ
 جلیل اکبر ہو جاتا ہے اور عرش الہی کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔
 یہ خودی جب خیر کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور نور ہدایت سے فیضیاب
 ہوتی ہے تو قرآن مجید اسے یوں بیان فرماتا ہے۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه
 جس نے اپنے نفس کو پہچانا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔
 اور حدیث شریف میں ہے۔

قلوب المومنین عرش الله تعالى
 مومنوں کے دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہیں۔
 یعنی اللہ تعالیٰ کے نور سے روشن ہو جاتے ہیں۔
 پس خودی یا اس کے مقام دل کا نور ہدایت سے سرفراز ہونا ہی
 انسان کی کامیابی اور فوقیت ہے۔

محاسبہ

اس غرض کے لئے کہ خودی جسے جسم پر اختیار دیا گیا ہے۔ خیر اور شر میں سے کونسا راستہ اختیار کرتی ہے۔ انسان کے اعمال کی پرکھ کے لئے دو فرشتے مقرر ہیں۔ جس طرح فلم ایکٹر کی گفتار اور کردار کو فلم میں اخذ کر لیا جاتا ہے اور پھر اس کی نمائش کی جاتی ہے تو اس کی گفتگو کا ہر لفظ اور اس کے کردار کی ہر حرکت بعینہ دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح یہ فرشتے انسان کی گفتار اور کردار کی فلم تیار کرتے رہتے ہیں۔ جس میں اس کی گفتار کا ہر لفظ اور کردار کی ہر حرکت اخذ ہو جاتی ہے۔ روزِ حساب میں یہ فلم اس کے سامنے پیش کر دی جائے گی اور اس میں اس کے کئے ہوئے اعمال اور گفتار کے ہر لفظ میں ذرہ بھر بھی فرق نہ ہوگا۔ یہ اس کے کردار کی واضح تصویر ہوگی۔ جس میں اس کے ہاتھ پاؤں اور تمام اعضاء گواہی دیں گے۔

بیعت

مولینا روم فرماتے ہیں :-

دست ہرنا اہل بیمار ت کند

سوئے مادر آ کہ بیمار ت کند

دہرنا اہل کا ہاتھ جس پر تو بیعت کرتا ہے۔ تجھے بیمار کر دیتا ہے۔ ہماری طرف

آ۔ کہ ہمارا ہاتھ تیرے دل کی بیماری کا علاج کرے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں :-

دم عارف نسیم صبح دم ہے

اسی سے ریشہ معنی میں نم ہے

اگر کوئی شعیب آئے مہیستر

شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

عارف کی پھونک روحانی زندگی پیدا کرنے والی ہوا ہے۔ حقیقت

(روحانیت) کے ریشہ میں اسی سے تروتازگی اور زندگی ہے۔ اگر حضرت شعیب

جیسا رہنما مل جائے تو گڈ ریاپن سے پیغمبری ذوہی قدم کے فاصلے پر ہے۔

حضرت موسیٰؑ جناب حضرت شعیبؑ کا رپوڑ چرایا کرتے تھے۔ ان کے

فیض صحبت سے ہی آپ کی روحانی تربیت ہوئی اور آپ پیغامبری کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ روحانیت کا فیض عطا کیا جاتا ہے کسی درسگاہ میں تعلیم حاصل کرنے سے نہیں مل سکتا۔

مولینا روم منترتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریز نہ شد

(مولینا روم اس شعر میں منترتے ہیں کہ میں روحانیت کے اس درجہ پر اس وقت تک نہیں پہنچا۔ جب تک کہ جناب شمس تبریز کی غلامی میں نہ آیا) یہ مقام اور درجہ آپ کو ان کے مرشد کے روحانی فیض سے ہی حاصل ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک کسی عارف باللہ کی بیعت نہ کی جائے روحانی فیض حاصل نہیں ہو سکتا۔ عبادۃ کے مخزن نور سے تار ملانے کے لئے کسی عارف سے بیعت کی ضرورت ہے۔ یاد رہے کسی نااہل سے بیعت کرنا فائدہ کی بجائے نقصان کا سبب ہوتا ہے۔

مولینا روم منترتے ہیں۔

اے بسا ابلیس آدم روئے بہت
پس بہر دستے نباید داد دست

دہشت سے شیطان بزرگ انسانوں کی شکل و صورت میں لوگوں کا متاع

ایمان لوٹتے پھرتے ہیں پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دیتا چاہئے)
 روحانی فیض حاصل کرنے کے لئے پاکباز اور صالح مرشد سے رجوع کرنا چاہیئے
 ایسے لوگوں سے جو روحانیت سے قطعاً محروم ہیں اور محض روزی کمانے کے لئے
 پیری مریدی کرتے ہیں۔ پرہیز لازمی ہے۔

جعلی پیروں اور رہنماؤں سے اکتا کر اصل پیروں اور مرشدوں کی تلاش چھوڑ دینا
 یا سرے سے بیعت کے سلسلہ کو معیوب خیال کرنا بھی اپنے آپ کو فیضانِ انوار
 الہی سے محروم رکھنا ہے جو کسی طرح زیبا نہیں۔ روحانیت کے فیض کو محض خیالی
 تصور کر لینا اور اس حقیقت سے فائدہ نہ اٹھانا۔ شومی قسمت کے سوا اور کیا کہلا سکتا ہے
 آپ نے غور کیا ہوگا کہ بعض لوگ کئی بیماریوں کا علاج دم سے کرتے ہیں۔
 اس میں جو الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر وہی الفاظ کوئی ایسا شخص پڑھے جسے
 اس عمل کی اجازت نہیں ہے تو اس کا اثر اس بیماری پر کچھ نہ ہوگا۔ مثال کے
 طور پر ہمالے یہاں سانپ کاٹنے کا علاج بذریعہ دم کیا جاتا ہے۔ جس سے سینکڑوں
 مریض صحتیاب ہو رہے ہیں۔ اگر وہی الفاظ کوئی ایسا شخص جسے اجازت نہیں ہے۔
 مارگزیدہ پر پڑھے تو کچھ اثر نہ ہوگا۔ مگر صاحبِ اجازت جب وہی الفاظ پڑھے گا۔
 تو اللہ مریض کے بدن کا زہر اترنا ہوا معلوم ہوگا۔ اور وہ بالکل تندرست ہو
 جائے گا۔ یہ روزِ مرد کا تجربہ ہے۔ جسے یہاں مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

اس طرح اگر آپ کوئی ورد یا وظیفہ کسی مرشدِ کامل کی اجازت کے بغیر پڑھیں گے

تو اس سے دل کی تاریکی دُور نہیں ہوگی۔ مگر جب آپ اجازت سے وہی ورد شروع کریں گے۔ تو روحانی فیض سے مستفید ہوں گے۔

مولینا روم فرماتے ہیں : —

<p>تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا ہے۔ اس لئے تو نے اہل دل کی تلاش چھوڑ دی ہے اپنے دل کو قابو میں لا کہ یہ دل ہزاروں کعبوں سے بہتر ہے۔ کعبہ تو حضرت خلیل آذر کی بنائی ہوئی عبادت گاہ ہے جو مٹی پتھر کی عمارت ہے اور دل (خدا کا بنایا ہوا) انوار الہی کے گزرنے کا مقام ہے پس جب تو اپنے دل کو کسی اہل دل سے متعلق کر لے گا۔ تو اس میں انوار الہی کی روشنی آنے لگے گی اور تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔</p>	<p>تو دل خود را دے پنداشتی جستجوئے اہل دل بگزاشتی دل بدست آور کہ حج اکبر است صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است کعبہ بنگاہ خلیل آذر است دل گزر گاہ جلیل اکبر است پس جب تو اپنے دل کو کسی اہل دل سے متعلق کر لے گا۔ تو اس میں انوار الہی کی روشنی آنے لگے گی اور تو اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے گا۔</p>
--	--

بعض لوگ بیعت کے ذریعہ حضور پاکؐ کی تقلید اور پیروی کا راستہ اختیار کرنے کی بجائے یہ کہہ کر کہ حضور پاکؐ تو ہمارے جیسے بشر ہیں۔
... اس طریق سے گریز کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ پر روحانی ترقی کا راستہ بند کر لیتے ہیں انما انا بشر مثلكم کی تشریح یہاں ضروری سمجھی گئی ہے تاکہ یہ شک رفع ہو جائے۔

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ

(آیہ اقدس)

(اے نبی! کہہ دے کہ تحقیق میں بھی تمہارے جیسا بشر ہوں)
 بعض لوگ اس ارشاد عالی سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ چونکہ آپ ہمارے جیسے
 بشر ہیں۔ اس لئے آپ کو ہم پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ وہ آپ کو بڑے بھائی
 کا رتبہ دیتے ہیں اور بس۔ خیال کیجئے جب حضور پاکؐ کا مرتبہ تمام انبیاء علیہم السلام
 سے افضل ہے تو ان معمولی آدمیوں کو ان کے مرتبہ سے کیا نسبت ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

مولیناروم نے مثنوی شریف میں یہ امر واضح کرنے کے لئے ایک حکایت
 بیان کی ہے جس کا آزاد ترجمہ یہاں درج کیا جاتا ہے :-
 سلطان محمود غزنوی۔ شہر میں چوری کی وارداتوں کے انداد کے لئے ایک
 تجویز سوچتے ہیں۔

غزنی شہر۔ رات کا وقت

ایک شخص میلہ مگر چست لباس پہنے تیل کی مالش کئے ہاتھ میں ایک
 لوہے کا ہتھیار لئے جا رہا ہے۔ سامنے سے ایک گروہ آتا دکھائی دیتا ہے، جو
 چار آدمیوں پر مشتمل ہے۔ حلیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چور ہیں جو چوری کی

غرض سے نکلے ہیں۔

سرگروہ۔ (پہلے شخص سے جو سامنے سے آ رہا ہے) تم کون ہو؟

اجنبی۔ میں بھی تمہارے جیسا چور ہوں۔

سرگروہ۔ تم اکیلے ہو۔ یا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟

اجنبی۔ میں اکیلا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ مل کر کام کروں۔

سرگروہ۔ بہتر۔

پانچوں مل کر روانہ ہوتے ہیں۔

سرگروہ۔ سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ آپ سب اپنے اپنے اوصاف

بیان کریں تاکہ ہر شخص کے سپرد وہی کام کیا جائے جس کا وہ اہل ہو۔

باری باری سے اپنے اوصاف بیان کرتے ہیں۔

ایک۔ جب کُتا بھونکتا ہے۔ میں اس کی بولی سمجھ لیتا ہوں اور بتا سکتا ہوں کہ وہ کیا کہتا ہے۔

دوسرا۔ میں رات کی تاریکی میں جس آدمی کو دیکھ لوں۔ دن کے وقت پہچان سکتا ہوں۔

تیسرا۔ میں سراغ لگا سکتا ہوں کہ مال و زر کہاں موجود ہے۔

سرگروہ۔ میں کمند رکا کر بلند سے بلند مقام پر چڑھ سکتا ہوں۔

اجنبی۔ میں اگر اپنی ڈاڑھی ہلا دوں تو مجرم تختہ دار سے بھی رہا کر دیا جاتا ہے۔

یہ مشورہ کر کے طے کر لیتے ہیں کہ شاہی خزانہ لوٹا جائے۔

چنانچہ سب اس طرف روانہ ہوتے ہیں۔

گٹا بھونکتا ہے۔

سرگرم وہ۔ پہلے شخص سے بتاؤ یہ کیا کہتا ہے

پہلا شخص۔ یہ کہتا ہے کہ تمہارے ساتھ بادشاہ ہے۔

اس جواب پر سب مسکرا دیتے ہیں۔ بادشاہ تو کہیں محل میں آرام سے سوتا

ہوگا۔ اسے کیا مصیبت پڑی ہے کہ ہمارے ساتھ شامل ہو۔

چلتے چلتے خزانہ کے پچھلے حصہ کے نزدیک پہنچ جاتے ہیں اور مناسب

جگہ سے چھت پھاڑ کر زرو جو اہر لوٹ کر چھپت ہو جاتے ہیں۔ اجنبی جو دراصل

خود بادشاہ ہے اور چوروں کے لباس میں ان کے ساتھ ہے سب کے پتے

معلوم کر لیتا ہے۔

صبح جب شاہی دربار لگتا ہے۔ خزانہ کے لٹ جانے کی اطلاع ہوتی ہے۔

بادشاہ اپنے رات والے تمام ساتھیوں کو سپاہی بھیج کر بلا لیتا ہے۔ جب وہ

سب دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور ملزموں کے کھڑے میں کھڑے کر دیئے

جاتے ہیں تو رات کو پہچان لینے والا چور اپنے ساتھیوں سے اشارتاً کہتا ہے

کہ یہ رات والا ساقتی ہے۔ چنانچہ سرگرم وہ پکاراٹھتا ہے کہ اب اپنی ڈاڑھی ہلاتا کہ

ہماری مخلصی ہو۔ بادشاہ ان کی خطا معاف کر دیتا ہے اور چور چوری سے توبہ کر لیتے ہیں۔

اس بیان سے مقصود یہ ہے کہ محمود غزنوی بادشاہ تھا۔ اس وقت وہ چوروں کے لباس میں تھا۔ چنانچہ اس نے چوروں کے گروہ سے کہا۔ میں بھی تمہارے جیسا چور ہوں۔ وہ حقیقت میں چور نہیں تھا بلکہ بادشاہ تھا۔ اس کے مرتبہ اور جاہ و جلال میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ اس نے چوروں کا بھیس اس لئے بدلاتھا کہ وہ ان کو اپنے ساتھ مانوس کر کے ان کے راز معلوم کر سکے اور ان کی کارستانیوں کا پردہ چاک کر سکے اس ارشاد عالی میں میں تمہاری مثل بشر ہوں فرمایا گیا ہے۔ یعنی مثال کے طور پر تمہاری طرح بشر ہوں۔ جس چیز کی مثال دی جائے۔ وہ کسی ایک وصف کے لحاظ سے اصل سے مشابہ ہوتی ہے۔ کلی طور پر نہیں۔ مثلاً ”مکھڑا چاند سا ہے“ میں چہرے کو چاند کی چمک دکھانے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ باقی وصف جو چہرے میں ہیں مثلاً آنکھیں ناک منہ زبانی۔ یہ چیزیں چاند میں نہیں پائی جاتیں۔ پس بلحاظ انسانی جسم کے بشریت سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جیسا جسم عام انسانوں کو عطا فرمایا گیا ہے۔ ویسا ہی آپ کو بھی بخشا گیا ہے۔ مگر جسمانیت کے علاوہ آپ میں جو اوصاف ہیں وہ بشریت سے بہت ہی بلند اور ارفع ہیں۔

ارشاد عالی یہ ہے کہ انا بشر امثلکم۔ میں تمہاری مثل بشر ہوں۔ یعنی مثال کے طور پر تمہاری طرح بشر ہوں۔ چونکہ مثال کا اطلاق اصل حقیقت نہیں ہوتی۔ بلکہ سمجھانے کے لئے ہوتی ہے اور حقیقت اس سے جدا ہوتی ہے۔ آپ مثال کے طور پر انسانی وجود ہیں آپ کی حقیقت اس ظاہری بشریت سے بہت بلند اور ارفع ہے۔

یہ مثال اس لئے بیان فرمائی ہے کہ ہم آپ سے مانوس ہو جائیں اور آپ کو مافوق الفطرت ہستی خیال کرتے ہوئے آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنے سے چوک نہ جائیں کہ یہ کام تو آپ ہی کر سکتے ہیں۔ ہم آپ کی تقلید کرنے سے معذور ہیں۔ اس ارشاد سے آپ کے علو مرتبت میں جو آپ کو تمام انبیاء پر حاصل ہے۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ ہماری کوتاہ اندیشی ہے کہ ہم ان کو صرف بڑے بھائی جیسا خیال کر کے آپ کے تمام فضائل اور بلند مرتبہ سے آنکھیں بند کر لیں۔

شعائر اسلامی سے مسلمانوں کی غفلت اور کوتاہی کا ایک سبب سے بڑا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں نے مسئلہ تقدیر کے معانی غلط سمجھے ہیں اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے کا طریقہ اختیار کر لیا ہے۔ جس سے ان کی تمام ترقیاں سدود ہو گئی ہیں۔ اس مسئلہ کا حل علامہ اقبال کی زبان سے سن لیجئے۔

تقدیر

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں :-

اے کہ گوئی بودنی ایں بود شد
کارہا پابند آئیں بود شد
معنی تقدیر کم فہمیدہ
نے خودی رائے حنہ را دیدہ

اے مسلمان ! تو جو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ مری تقدیر میں لکھا تھا۔ وہ ہو کر رہے گا۔ میں اس میں کچھ نہیں کر سکتا جو دور وٹیاں میری قسمت میں لکھی ہیں مل کر رہیں گی۔ تقدیر کے لکھے کو کسی طرح مٹایا نہیں جاسکتا۔ افسوس تو نے تقدیر کے معنی نہیں سمجھے۔ نہ ہی تو نے اپنی خودی کو پہچانا ہے اور نہ خدا کو۔

زوال کے دوران میں جب مسلمانوں پر ترقی کے راستے مسدود کر دیئے گئے اپنی کوششوں کو ناکام دیکھ کر یہ لوگ مایوس ہو گئے۔ اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ گئے۔ دل کو یہ کہہ کر سہارا دے لیا کہ جو کچھ قسمت میں لکھا تھا ہو گیا۔ ہمارے بس کی بات نہیں۔

یہ خیال پہلے پہل شہادت امام حسینؑ کے بعد اس لئے لوگوں کے

کے دلوں میں پیدا کیا گیا کہ وہ اتنے عظیم حادثہ کو بھول جاتیں۔

متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقیدہ اس وقت پختہ ہونا شروع ہوا۔ جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد حکمران طبقہ کی طرف سے ان پر ترقی کے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے۔ اس عالم بیچارگی میں ان کے دلوں میں یہ عقیدہ پختہ ہوتا گیا۔ چونکہ مسلمانوں کی ترقی کے راستہ میں یہ ایک بہت بڑی رکاوٹ ہے۔ اس لئے علامہ سرتے ہیں کہ تقدیر کے متعلق تمہارا یہ نظریہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے

نقشِ حق داری جہاں خجپہ تست

ہم عنایتِ دیر باتدبیر تست

اے مسلمان! اگر تو اللہ تعالیٰ کے عشق کا نقش اپنے دل میں رکھتا

ہے تو جہاں تیرا شکار ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر تیری تدبیر کے ساتھ ساتھ

ہے۔ ہر اُس کام میں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کرنا چاہتا ہے۔ یہی امداد

تیرے ساتھ ہے۔

غیبی امداد

اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ نبیوںؑ کی امداد وقتاً فوقتاً فرمائی۔
حضرت نوحؑ کو طوفان سے ایک کشتی کے ذریعے بچایا۔ حضرت ابراہیمؑ
پر نمرود کی آگ سرد کر دی۔

حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کو دریا میں خشک راستہ پیدا کر کے صاف
بچالیا اور فرعون کو دریا کے پانی میں غرق کر دیا۔

ان واقعات میں حضرت نوحؑ کو کشتی بنانے کا امر کیا۔ دوسرے میں آگ کو
سرد ہونے کا حکم دیا۔ تیسرے میں حضرت موسیٰؑ کو پانی پر عصا مارنے کا ارشاد فرمایا
اور اس سے دریا میں راستہ پیدا کر دیا۔ غور کیجئے کہ یہ تمام کام بالواسطہ کرائے گئے
اگرچہ حکم باری تعالیٰ کا تھا۔

مگر حضور پاکؐ کی امداد کا طریق ان سب سے نرالا ہے۔ ارشاد ماریت
از رحیت۔ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، وہ کنکر میں نے مارے
تھے۔ تو نے نہیں مارے تھے۔ ہاتھ خدا کا تھا اور فعل ھُو کا۔ یہ امداد ایک امتیازی
جہنیت رکھتی ہے اور مذکورہ سب امدادوں پر فائق ہے۔ اسی طرح حضور پاکؐ
کی اُمت کی امداد بھی دوسری اُمتوں سے جدا شان رکھتی ہے۔ اس کی بدولت

قرون اولے میں قلیل النعمہ اور مسلمان کثیر النعمہ دشمن افواج پر غالب آ کر چار دانگ عالم میں چھا گئے۔ کشمیر کی حالیہ جنگ میں بھی کئی ایک واقعات ایسے سرزد ہوئے جو قرون اولیٰ کی یاد تازہ کرتے ہیں۔ مسلمان اگر اللہ کی راہ میں اب کوئی ایسا کام شروع کریں تو ان کو ویسی ہی امداد بابر گاہ الہی سے مل سکتی ہے۔

علامہ شہر ماتے ہیں۔۔۔

مشعل کلیم ہوا اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہر بانگِ لائتخف

اب عبید کے لئے عبید لا کی وساطت سے کلا (ھو)
کا ارشاد سن لیجئے۔ اور بحیثیت عبید اپنے فرائض کو پہچان کر اس پر
چلنے کی کوشش کیجئے۔

ارشادِ ہُو

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

یَا بَہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ
اَدْلَلَّکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْکُمْ
مِنْ عَذَابِ الْیَمِّ ط تَوٰمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَتُجَاهِدُوْنَ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِکُمْ
وَاَنْفُسِکُمْ ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ
اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ط

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، کیا
میں دلالت کروں تم کو اس تجارت
پر جو نجات دیوے تم کو بڑے
عذاب سے۔ تم اللہ اور اس کے
(برگزیدہ) رسول پر ایمان لاؤ، اور
اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان
سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے واسطے

(بہت ہی بہتر ہے۔ اگر تم جانو)

ان آیات مقدسہ میں ارشاد ہوا ہے کہ اے مومنو تم ایسی تجارت
کرو۔ جو تم کو بڑے عذاب سے بچالے۔ اس سے تم کو بہت بڑا فائدہ
حاصل ہوگا۔

عَمَل

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ

اللہ تعالیٰ (جل شانہ) اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

پر ایمان لاؤ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاک اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ تاری ہے

(علامہ اقبالؒ)

کاروبار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَسَخَّرَ لَكُم مَّا فِی السَّمٰوٰتِ
وَمَّا فِی الْاَرْضِ خَاصًّا جَمِیْعًا مِنْهُ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
دٰٰبِّیْنَ ۝ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّیْلَ
وَالنَّهَارَ

اور تمہارے تابع کر دیا جو کچھ آسمانوں
اور زمین میں (موجود) ہے اور آفتاب
اور مہتاب کو تمہارے تابع کر دیا۔
جو تمہارے کام کرنے کے لئے
گردش لگانے والے ہیں اور رات

اور دن کو تمہارے تابع کر دیا (ہمیشہ تمہاری خدمت میں حاضر رہتے ہیں)۔
ان آیات میں ارشاد ہوا ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے
تمہارے تابع کر دیا ہے۔ پھر الگ الگ ہر چیز کے متعلق بیان فرمایا ہے
کہ سورج، چاند، رات دن، پانی ہوا، سب چیزیں تمہارے تابع کر
دی ہیں۔ ان سے تم جس طرح چاہو کام لو۔ سورج کی شعاعوں کو جمع کر کے
استعمال کرو۔ ایٹمی طاقت سے تعمیری کام چلاؤ۔ ہوا کے دوش پر اڑو۔ برقی
اور ایٹمی لہروں کو برتو۔ پہاڑوں سے کانیں، دریاؤں سے نہریں نکالو۔
سمندر میں جہاز رانی کرو۔ چاند اور مشتری میں پہنچنے کی کوشش کرو۔ مریخ سے

گفتگو کرنے میں کامیابی حاصل کرو۔ غرضیکہ ایجاد و اختراع میں جس طرح چاہو، ترقی کرو۔ اس میں صرف تھوڑی سی پابندی ہے کہ ان کاموں کے سرانجام دینے میں حدود اللہ کا خیال رکھو۔ اور اپنے عواقب زندگی پر غور کرو۔
مولینا روم فرماتے ہیں :-

چلیست و نسیا از خدا غافل بدن
نے قماشِ نقشِ سرہ و فرزند وزن

بال بچے روزی کمانا اور روپیہ پیسہ دنیا نہیں۔ بلکہ دنیا یہ ہے کہ ان چیزوں کی بھول بھلیوں میں پڑ کر خدا کو بھول جائے
حکیم عمر خیام ارشاد کرتے ہیں :-

گر مے نخوری طعنہ مزین مستان را
گر دست دہد تو بہ کنم بزدان را
تو فخر بدیں کنی کہ من مے نخورم
صد کار کنی کہ مے غلام است آں را

اگر تو (توحید کی) شراب نہیں پیتا تو اس شراب کے پینے والوں پر طعنہ زنی نہ کر۔ اگر مجھے حق تعالیٰ توفیق بخشے تو میں اس شراب توحید نہ پینے کی غفلت سے ہزار بار توبہ کروں۔ کیا تو اس بات پر فخر کرتا ہے کہ تو توحید کی شراب نہیں پیتا۔ اگر تو سو کام بھی کرے تو یہ مے یعنی شریعتِ اسلامیہ

ہر کام میں تیری راہنما ہے۔ اور مہربانیاں میں تجھے ہدایت دیتی اور راہ دکھاتی ہے۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں :-

حجاب اکسیر ہے آوارہ کوٹے محبت کو
مری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوستی
گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لئے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی

ملت اسلامیہ (جو محبت و عشق الہی کی گلی کی آوارہ ہے) سے کہتا ہے۔ اے اللہ تعالیٰ تو پردہ میں ہے۔ اس لئے کہ ان کو اس وقت دنیا میں عروج حاصل نہیں ہے۔ یوں تو پردہ میں ہونا اچھا ہے کہ اس سے آتش شوق تیز ہوتی ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ دوسری قومیں اس قدر عروج و کمال پر ہیں تو میری آتش بھڑک اٹھتی ہے کہ ہیں۔ ملت اسلامیہ تیری نام لیوا وہ اتنی کمزور اور تیری منکر قومیں اس قدر خوشحال اور صاحب اقبال۔ دوسرے شعر میں مضمون کو بدلتے ہیں کہ اے مسلمان تجھے یہ شکایت تو ہے۔ مگر تو جانتا ہے کہ تیری مثال تو باز کی سی ہے کہ باوجودیکہ وہ پرندوں کا بادشاہ ہے۔ سب سے زبردست ہے۔ مگر اپنے لئے گھونسلہ بنانا بھی ذلت خیال کرتا ہے اور صرف پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنی زندگی گزار لیتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَجِيْفُتًا وَطَالِبُ هَاكِلَابُ -

دُنیا مردار ہے اور اس کے طلب کرنے والے کہتے ہیں -
جب تو اقبال مندی صرف اس لئے حاصل کرتا ہے کہ دنیا کا عیش و آرام
حاصل کر لے تو یہ دنیا تیرے لئے مُردار ہے - مدعا یہ ہے کہ اگر تو اس دنیا میں
حکومت حاصل کر کے عدل اور انصاف پھیلانے - اسلام کے سنہری اصولوں
کو اپنائے اور یہ عروج تیری ذات کے لئے نہ ہو - بلکہ ملت اسلامیہ کے
وقار کی خاطر ہو تو یہ سب تیرا دین ہی دین ہے -

اس نہج سے دین اور سیاست دو جدا جدا چیزیں نہیں بلکہ ایک ہی شے
ہیں - پس جب تو ان باتوں کا خیال رکھ کر بام عروج پر پہنچتا ہے تو تیرے
لئے عین ثواب ہے - مگر جب صرف دنیاوی لالچ کی خاطر کوئی کام مثلاً
ملک و ملت سے غداری - بلیک مارکیٹ - ضرورت سے زیادہ نفع اندوزی
سمگلری - رشوت ستانی وغیرہ وغیرہ کرتا ہے - تو یہ تیری نفس پرستی اور
دُنیا ہے - مذہب و مروت اور اخلاق و اوصاف سے خالی - یہی مُردار ہے
اور اس سے پرہیز لازمی ہے -

اسلامی منشور

جرم و سزا

اعتراض

”وحشیانہ“ ہیں سزائیں مذہب اسلام میں
دورِ حاضر میں ”پراناسا“ یہ ایک دستور ہے

جواب

حیف ان کوتاہ بینوں کو نہیں اتنی خبر
مرگِ صد جرم و بھادور یہ منشور ہے

عبادت

ہم خدا خواہی وہم دنیا ئے دلوں
ایں خیال بہت و محال بہت و جنوں

(مولیناروم)

تو خدا تعالیٰ کا دیدار بھی چاہتا ہے اور ذلیل دنیا بھی۔ جس کا ذکر اوپر
ہو چکا ہے۔ یہ محض خواب و خیال وہم و گمان ہے اور بہت محال۔
یعنی اگر تو کار و بار کو حدود شرعی کے اندر کرتا ہے اور خدا کی عبادت
بھی کرتا ہے تو سبحان اللہ۔ تجھے دین اور دنیا دونوں حاصل ہیں۔ یعنی دین
اور سیاست دونوں یکجا ہیں۔ اگر صرف وہی دنیا چاہتا ہے۔ جس کا بیان
پچھلے صفحوں میں کیا گیا ہے تو پھر تو خدا کو نہیں پاسکتا۔

نماز

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ نماز دل کی ہے۔ ظاہری طور پر اسے ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ یہ خیال بھالت پر مبنی ہے۔ دل کی نماز سے یہ مراد ہے کہ دلی توجہ سے نماز ادا کی جائے۔ زبان سے الفاظ ادا ہو رہے ہوں اور دل میں ہزاروں محضے ہوں۔ خیالات پراگندہ ہوں تو نماز سے کچھ حاصل نہیں نیز یہ کہ نمازی ہو اور تمام بُرائیوں سے پرہیز کرے۔ اپنے آپ کو پاک دامن بنائے۔ جب نماز دلی توجہ سے پڑھے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی درگاہ میں اصلی معنوں میں حاضر خیال کرے تو پھر بُرائیوں سے بچ جاتا ہے۔

چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد ہے :-

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ إِذَا نَ الصَّلَاةَ
تَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ

اور نماز کو قائم رکھو۔ بے شک نماز
بیحیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے
نماز خدا تعالیٰ تک رسائی کا زینہ ہے۔ اس کے متعلق حکم ہے کہ اسے
قائم رکھو۔ اس کے ادا کرنے میں مداومت اختیار کرو۔ روحانی فوائد کے علاوہ
اس میں ہماری روزمرہ کی زندگی کے فوائد بھی مضمحل ہیں۔ مثلاً نماز باجماعت میں۔

۱۔ جمہوریت کا درس :-

۱۔ امام کا انتخاب - اپنے میں سے سب سے زیادہ علم اور سمجھ رکھنے والے کو امام منتخب کرو۔

ب۔ اطاعتِ امیر - ارکانِ نماز کی ادائیگی میں امام کے حکم کی پوری پوری تعمیل کرو۔

ج۔ اعتراض - اگر امام اس کام میں کسی غلطی کا مرتکب ہو تو سہر مقتدی کو حق حاصل ہے کہ اسے غلطی سے آگاہ کر دے۔

۲۔ صف بندی - قطار باندھنے کی روزانہ مشق۔

۳۔ وقت کی پابندی - صبح سویرے اٹھنے اور نیز کار و بار چھوڑ کر نماز

کا وقت نکالنے سے سب کاموں کو پابندی کے ساتھ کرنے کی مشق ہوتی ہے۔

۴۔ ہمدردی - ایک دوسرے کے حالات سے آگاہ رہنا ہے اور مصیبت اور تکلیف میں ایک دوسرے کی ہمدردی کرنا

نوٹ - صف بندی اور حکم کی تعمیل جہاد کے لئے لازمی ہیں جن کی مشق روزانہ کرائی جاتی ہے۔

نماز کی حالتیں

۱۔ قیام	۱	۱
۲۔ رکوع	۲	۲
۳۔ سجدہ	۳	۳
۴۔ قعدہ	۴	۴

ہر حالت میں اللہ کے نام کا کوئی نہ کوئی جزو بنتا ہے۔
پس نماز اس کے اسم کا منظر ہے۔

۱۔ انسان کا ثنات کا خلیفہ یا نمائندہ ہے۔ اس لئے
۲۔ میں نباتات کی — میں حیوانات کی —
۳۔ میں رینگنے والے کیڑے مکوڑوں کی — میں
جہادات کی نمائندگی کرتا ہے۔
آیہ شریفہ :-

وَاِنَّ مِنْ شَيْءٍ اَلَا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهَا کی تفسیر ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ
ہر چیز اللہ کی تسبیح کر رہی ہے۔

روزہ

گوشت نہ کھے بہ ماہ شعبان رواست
نہ نیز رجب کہ آں مہ خاص خداست
شعبان و رجب ماہ خدائست و رسول [عمر خیام]
ماہے رمضان خوریم کآں خاصہ ماست

رجب، شعبان، رمضان قمری مہینے ہیں۔ عام دنیوی کاموں میں شمسی مہینوں کا استعمال ہوتا ہے۔ مگر مذہبی رسومات ادا کرنے کے لئے مسلمانوں میں قمری مہینے مروج ہیں۔ اس کے وجوہات حسب ذیل ہیں:-
۱۔ ۱۔ ہر ماہ کا آغاز رویت ہلال سے ہوتا ہے۔

ب۔ پورے چاند کے زوال پذیر ہونے پر نصف ماہ گزر جاتا ہے۔
ج۔ اخیر ماہ میں چاند غروب ہو جاتا ہے۔
یہ وہ باتیں ہیں جو ہر آن پڑھ صاحب علم۔ مرد و عورت۔ بوڑھے، جوان کو معلوم ہو جاتی ہیں۔ اس لئے دنوں کے شمار میں ہر ایک کو سہولت میسر ہے۔

۲۔ رمضان شریف میں روزے رکھے جاتے ہیں جو روحانی تربیت کے علاوہ

جسمانی صحت کے لئے بھی مفید ہیں۔ اس طریق سے یہ مختلف کمزوریوں میں آتے ہیں۔ سردی اور گرمی دونوں میں بھوک پیاس برداشت کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے ایک تو صحت درست رہتی ہے۔ دوسرے یہ جہاد کے لئے عملی مشق ہے۔

جن ملکوں میں لازمی فوجی بھرتی کا رواج ہے۔ ان میں عام طور پر ان افراد کو جو اس کام کے لئے چنے جاتے ہیں۔ سال بھر میں ایک دو ماہ کے لئے کسی فوجی سنٹر میں تربیت حاصل کرنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔

ایسا شخص نو ماہ تک اپنے کاروبار میں مصروف رہتا ہے۔ دسویں مہینے میں اسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ ادھر ادھر کے لین دین کے حساب صاف کر لے تاکہ اس کے سر پر کوئی مالی بوجھ نہ رہے۔ گیارہویں مہینے میں وہ اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے سامان جمع کر لیتا ہے تاکہ اس کی عدم موجودگی میں اس کے گھر والوں کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔

بارہویں مہینے میں وہ اطمینان سے فوجی پریڈ کے لئے چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ہر مسلمان نو مہینے تو اپنا کاروبار کرتا رہتا ہے۔ دسویں مہینے میں اپنے آمد و خرچہ کے زکوٰۃ نکالتا ہے۔ یہ کام رجب کے مہینے میں کیا جاتا ہے۔ پھر وہ گیارہویں مہینے میں یعنی شعبان میں رمضان شریف کے لئے تیاری کرتا ہے اور سامان ہتیا کر لیتا ہے تاکہ روزوں میں اسے دقت نہ ہو۔ پھر بارہویں مہینے رمضان

شریف میں وہ اطمینان سے روزے رکھتا ہے۔ یہ ایک ماہ کی مشق باقی کیا ہوگی
مہینوں میں کافی ہوتی ہے۔

شاعر کہتا ہے کہ میں تو حمید کی شراب نہ تو شعبان کے مہینہ میں پیوں گا
کیونکہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مہینہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں
ان کی تعظیم میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرنے کے لئے تیاری کی جاتی
ہے اور نہ رجب میں پیوں گا کہ یہ خدا تعالیٰ کا مہینہ ہے کہ اس میں اس کے
حکم سے زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔ بلکہ ماہ رمضان میں پیوں گا۔ کیونکہ یہ
ہمارا مہینہ ہے کہ ہم اس میں نیکیوں کی مشق کر لیں۔ اگر میں نے اس مہینہ میں
توحید کی شراب نہ پی تو میرے روزے فاقہ کے مرادف ہوں گے اور
نمازیں دکھاوے کی عبادت۔ جس کا کچھ ثواب نہیں ملتا۔

نوٹ

رجب میں جو زکوٰۃ دینے کا ذکر آیا ہے یہ صرف رواج کی بنا پر ہے، ورنہ
اصل مسئلہ یہ ہے کہ سال کے گزر جانے کے بعد زکوٰۃ واجب الادا
ہے۔ رجب یا غیر رجب

زکوٰۃ

جیسا کہ ذکر ہوا ہے۔ ماہِ رجب میں مال کی زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے سرمایہ داری اور کمیونزم کے درمیان یہ ایک مناسب طریقہ ہے۔ جس سے زمانہ کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔

نصاب :- زکوٰۃ کا نصاب کم از کم سرمایہ $\frac{1}{2}$ ، تو لے سونا یا $\frac{1}{52}$ تو لے چاندی ہے۔ سال بھر میں اپنے اخراجات نکالنے کے بعد ضروری ہے کہ وہ کم سے کم بچت جس پر $\frac{1}{2}$ فی صد زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے۔ زیادہ سرمایہ پر ادائیگی کے لئے ذیل کی جدول پر غور کیا جائے۔

نمبر شمار سرمایہ کی تعداد کس کام میں لگایا منافع سال بھر کا جتنی رقم پر زکوٰۃ $\frac{1}{2}$ فی صد کی حساب
اخراجات کی نمائندگی وجہ الادا ہے سے زکوٰۃ کی تعداد کیفیت

۱ ایک لاکھ سرمایہ تجارت میں پچیس ہزار ایک لاکھ پچیس ہزار 3125 روپیہ
(25000) (125000)

۲ ایک لاکھ روپیہ تجارت پچاس ہزار پچتر ہزار 1875 روپیہ
(50000) (75000)
تعمیر کارخانہ پچاس ہزار 50000

۳ ایک لاکھ کارخانہ پچیس ہزار پچیس ہزار 625 روپے
(25000) (25000)

۴ ایک لاکھ مزدور زمین بارانی پانی
کی خرید کی جا رہی ہے

۵ ایک لاکھ مکانات کی تعمیر

۶ ایک لاکھ جمع رکھا گیا
کہیں لگایا نہیں گیا
ایک لاکھ 2500 روپے

اس جدول سے ظاہر ہے کہ اگر سرمایہ گھر میں پڑا رہیگا۔ نقد ہو یا زیورات کی صورت میں اس میں زکوٰۃ ادا کرنے سے کمی واقع ہوتی رہیگی لیکن اگر اسے تعمیری کاموں میں لگایا جائے گا تو زکوٰۃ صرف اسی بچت پر ہوگی جو اخراجات مہیا کرنے کے بعد موجود ہو۔ یہ تعداد کم ہوگی۔ اگر سرمایہ تجارت پر لگایا گیا ہے۔ اس میں سے نفع بھی کثیر ہوگا۔ اور زکوٰۃ اس نفع میں سے ادا ہو جائیگی زکوٰۃ کے مستحق اپنا ہج۔ لو لے لنگڑے اور محتاج ہیں جو کمانے کی طاقت نہ رکھتے ہوں نیز ملک میں اگر اس فنڈ سے اپنا ہج خانے کھولے جائیں تو قوم میں بھیک منگوں کی تعداد لازماً کم ہو جائے گی جو تندرست ہونے کے باوجود کمانے سے استرازا کرتے ہیں اور ملک اور قوم کے لئے ناواجب بوجھ بن جاتے ہیں مجبور اور معذور لوگوں کے داخل ہونے کے بعد بھیک مانگنا مجرم قرار دیا جائے گا۔ اور بنکاروں کی تعداد کم ہو جائے گی۔ علاوہ اس کے صدقہ اور خیرات کرنے کے احکام بھی موجود ہیں۔

ج

حج فریضہ ہے اُن لوگوں کے لئے جن کو خدا تعالیٰ نے افراطِ سرمایہ سے توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ لوگ اخراجات کو بخوبی برداشت کر سکیں۔ قرض لے کر حج کرنا یا بھیک مانگ کر وہاں جانا ضروری نہیں ہے تاکہ قوم کے افراد پر بوجھ نہ پڑے۔

اس میں مناسک حج جو عام طور پر حضرت ابراہیمؑ کے ایشار اور حضرت اسماعیلؑ کی شربانی کے پیش ہونے کی تقلید پر مشتمل ہیں۔ ان کی درگاہ الہی میں بیش بہا قربانی کی یادگار ہیں تاکہ قوم میں یہ روح زندہ رہے۔ اس کے علاوہ اور مصلحتیں اور خوبیاں بھی ہیں۔ مثلاً :-

۱۔ مختلف ملکوں کے مسلمانوں کا باہمی میل جول۔ ایک دوسرے کے رسم و رواج سے آگاہ ہونا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں میں اخوت کا رشتہ مضبوط ہونا۔ اقتصادی طور پر ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا۔ مختلف اسلامی ملکوں کے تاجروں کا باہمی ربط۔

۲۔ اسلامی سلطنتوں کے نمائندوں کے اجتماع سے مسلم ممالک کا باہمی اتحاد۔ تجارتی اور ملکی ضرورتوں کا ایک دوسرے سے پورا کرنا، اور

دشمن کے مقابلہ میں یک جہتی اور اتفاق تاکہ وہ اسلامی ملکوں پر قابض نہ ہو سکے۔

۳۔ مقامات مقدسہ میں جہاں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دورانِ حیات دنیا میں چلتے پھرتے تھے وہ فرش بدل گئے۔ جن دیواروں کو آپ اپنے دست مبارک سے پھوتے سے ان کے پلستر اور اینٹیں تبدیل ہو گئیں۔ مگر ایک شے بدستور اسی حالت میں ہے وہ حجرِ اسود ہے۔ جسے حضور اقدسؐ اپنے لب ہائے مبارک سے چومنے تھے۔ یہ وہ سعادت ہے۔ جو ہر اس مسلمان کو حاصل ہو سکتی ہے جو حج سے مشرف ہوتا ہے

حجر اسود سے :-

وہ لب جو نورِ حق سے منور تھے لبِ سر
اُن سے حضورِ پاکؐ تجھے چومنے ہے
چوموں ہزار بار نہ کیوں فرطِ شوق سے
آنور ہیں ان لبوں سے مرے لبِ ملے ہوئے

جہاد

جب کوئی قوم ملت اسلامیہ پر حملہ آور ہو اور اس کی حکومت - وقار اور تبلیغی نظام کو ختم کر دینا چاہے تو اس صورت میں دفاعی جنگ کر کے اسے شکست دینا لازمی ہے۔ اسی کا نام جہاد ہے۔ اس میں ہر مسلمان کو مالی اور جانی قربانی پیش کرنے کا حکم ہے اور یہ حکم اس طرح صادر ہوا ہے۔

وَتَجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ
اللہ کے راستہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔

جہاد میں مقصود شہادت حاصل کرنا ہے۔ ملک و دولت حاصل کرنا نہیں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔ اس سے شہید کا درجہ بہت بلند ہو جاتا ہے۔ وہ دوسرے عالم میں اولیا ئے کرام سے اُوںچا مرتبہ حاصل کرتا ہے۔ ویسے بھی جان ہو یا مال۔ خدا تعالیٰ کی عطا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ اگر ہم اسے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دیتے ہیں تو بمصدق

جان دی۔ دی ہوئی اسی کی تھی

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِأَنْفُسِهِمْ
جو لوگ جہاد کرتے ہیں۔ اُن کو جہاد

ظَلِمُوا وَأَنَّ اللَّهَ عَٰلِمُ
نَصْرِهِمْ لَقَدْ يَرُ ۝ - اُن پر ظلم کیا گیا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ
اُن کی مدد پر قادر ہے۔

دونوں صورتوں میں ہم خدا کی عنایت کی ہوئی چیزیں اللہ تعالیٰ
کی راہ میں خرچ کر کے گویا من و عن واپس کرتے ہیں اور دی ہوئی چیز کا واپس
کرنا کوئی احسان کی بات نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں تمہیں
بہت زیادہ ثواب اور نیکیاں عطا کی جاتی ہیں۔ قرونِ اولیٰ میں بھی جب دشمن
اقوام نے اسلام کو مٹانا چاہا تو دفاعی جنگیں لڑنا ضروری امر تھا۔ ویسے
دوسرے زمانوں میں اس کی اشد ضرورت اس وقت لازم آتی ہے جب
مسلمانوں کو اس لئے شکست دینے کی ٹھان لی جائے کہ یہ اسلام کے
نام لیوا ہیں۔

قربانی

جب بارگاہِ ایزدی سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قربانی دینے کا حکم ہوا تو اس کی تعمیل میں آپ نے اپنے پیارے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو پیش کیا۔ سعادت مند بیٹے نے بھی لطیف خاطر اس بات کو منظور کر لیا اور آدابِ فرزندہی بجالایا۔

۵ یہ فیضانِ نیت سر نہایا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندہی (اقبال)

اپنے محترم آبا جہان کی خدمت میں عرض کی۔
۱۔ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیجئے۔ تاکہ پرانہ شفقت اس کا رخیر میں حائل نہ ہو۔
۲۔ میرے ہاتھ پاؤں رستی سے جکڑ دیجئے۔ تاکہ اضطراری حالت میں ان کی حرکت سے بے ادبوں میں شمار نہ ہو جاؤں۔

یہ قربانی تمام احتیاط کے ساتھ پیش کی گئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اطاعتِ خداوندی سے اپنے بیٹے کے حلق پر چھری چلا دی۔ مگر حکمِ ایزدی سے وہ گلے کا ایک بال بھی نہ کاٹ سکی اور حضرت اسماعیلؑ کی جگہ حضرت جبرائیلؑ کا بہشت سے لایا ہوا ذنبہ ذبح ہو گیا۔ قربانی منظور ہوئی۔ اس بے نظیر ایثار اور

قربانی کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ملت اسلامیہ میں اس رسم کو یادگار کے طور پر دوامی حیثیت دے دی۔ حضرت اسماعیلؑ کو فوج ہونے سے اس لئے بچا لیا گیا۔ کیونکہ آپ کی پشت مبارک سے حضور پاکؐ کا ظہور ہونا تھا۔ قربانی کی رسم کو دوام اس لئے بخشا گیا کہ ملت اسلامیہ ہر سال خون بہانے اور بہتا ہوا خون دیکھنے کی مشق کرتی رہے۔ اس کے افراد جہاد کے میدان میں یہ منظر دیکھ کر گھبرا نہ جائیں اور کفار کی طرح میدان سے بھاگ نہ نکلیں۔ ان لوگوں کو اس نکتہ پر غور کرنا چاہیے، جو قربانی کی رسم کو اڑا دینے کی فکر میں ہیں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ ”مجھے قربانی کے گوشت پوست کی حاجت نہیں“ اس سے مدعا یہ ہے کہ مسلمانوں کو ایثار کی تعلیم دی جائے اور وہ عملی طور پر جہاد میں شریک ہونے کی مشق کرتے رہیں۔ اسی لئے تو اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا افضل شمار کیا گیا ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کی قربانی بارگاہ الہی میں منظور ہو گئی۔ آپ فوج عظیم قرار پائے۔ مگر ابھی یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچا تھا۔ چنانچہ جب حضور سرور کائنات تشریف فرما ہوئے تو آپؐ کو شہادت ایسا بلند مرتبہ عطا ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ اس کی یہ صورت اختیار کی گئی کہ آپؐ کے نواسوں حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کو یہ فخر بخشا گیا۔ اول الذکر کے جسم اطہر کا بالائی حصہ اولہ ثانی الذکر کا نچلا حصہ حضور پاکؐ سے بالکل مشابہ تھا۔ حضرت امام حسنؑ کی شہادت نہر کھلا دینے سے واقع ہوئی اور حضرت امام حسینؑ کو بلا مصلیٰ میں جہاد کرنے ہوئے

اس بلند مرتبہ پر فائز ہوئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے جان سے پیارے بیٹے کو قربانی کے لئے پیش کیا۔ مگر حضرت امام حسینؑ نے صرف اپنی جان ہی نہیں۔ بلکہ اپنے تمام کنبہ کی جانیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیں۔
حضرت خواجہ اجمیریؒ فرماتے ہیں۔

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دیں پناہ است حسینؑ
سر داد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؑ

حضرت امام حسینؑ سید الشہداء بادشاہ ہیں و سرتا پا دین ہیں اور دین کو پناہ دینے والے ہیں۔ آپ نے جان دے دی۔ مگر یزید جیسے فاسق و فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ خدا کی قسم آپ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کی بنیاد ہیں۔ کیونکہ انہوں نے اس کلمہ کو زندہ رکھنے کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔
اقبال کہتے ہیں۔

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ ابتدا ہے اسماعیلؑ

یہ ایک سبق ہے جو ملت اسلامیہ کو دیا گیا ہے کہ وہ ضرورت کے وقت

اپنا تن من دھن راہِ حق میں سربان کر دے
 ”یہ شہادت گہ اُلفت میں قدم کھنا ہے
 لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا“

کھیل

ع ”باز بچہ اطفال ہے دنیا مرے آگے“
 بچے کھیلنے ہیں

۱۔ دوڑ۔ استاد بچوں کو ایک قطار میں کھڑا کر دیتا ہے۔ ایک مقام کی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ اُس مقام کے چھوڑو۔ خود وہاں کھڑا ہو کر دیکھتا ہے۔ کہ کس کس نے کس ترتیب سے چھوڑا ہے۔ پھر ان کے درجے مقرر کرتا ہے اور ان کو درجہ وار انعام دیتا ہے یا سزا دیتا ہے۔
 ۲۔ جستجو۔ بچوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ دونوں گروہ اپنی اپنی سمت مقرر کر لیتے ہیں اور اس طرف چلے جاتے ہیں جو ان کے لئے مقرر ہوئی ہے۔

ایک گروہ چھپتا ہے۔ دوسرا اس کی تلاش میں اس جانب روانہ ہوتا ہے

جدھر پہلا گر وہ چھپنے کے لئے گیا ہے۔ بالآخر وہ تلاش کر لیتا ہے۔

اسی طرح :-

۱۔ عبد کو یہاں دنیا میں بھیج کر حکم دیا گیا ہے کہ ایک خاص مقام کی طرف دوڑو۔ اگر میرے حکم کی تعمیل کرو گے تو میری خوشنودی حاصل کرو گے اور انعام پاؤ گے۔ وہ مقام کونسا ہے جدھر دوڑنے کا حکم دیا گیا ہے وہ مقام عبدؑ ہے۔ اس طرف دوڑ کر ایسے علاقے کی خوشنودی حاصل کرتے ہوئے

۲۔ ھُو نے اپنے آپ کو چھپا رکھا ہے۔ عبد کو دنیا میں بھیج کر حکم دیا ہے کہ مجھے تلاش کرو۔ کس سمت ڈھونڈو۔ عبدؑ کی طرف۔ اگر اس جانب مجھے تلاش کرو گے تو میں تمہیں مل جاؤں گا۔

پس ھُو تک پہنچنے کے لئے حضرت عبدؑ تک رسائی حاصل کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ ھُو کے ملنے کا یہی مقام ہے۔

اس مختصر کتاب میں عبد۔ عبدؑ۔ ء کے متعلق سادہ الفاظ میں تشریحات پیش کی گئی ہیں اور بتایا گیا ہے کہ عبد کا فرض بارگاہ ھُو میں رسائی حاصل کرنا ہے۔ یہ مقصد صرف حضرت عبدؑ کی پیروی اور وساطت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ عالم اس غرض سے وجود میں لایا گیا ہے۔ پس عبد کے لئے لازمی ہے کہ وہ اپنا فرض پہچانے

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک

اور پہچانے تو ہیں تیرے گداوار اور اوجم

(اقبالؒ)

قرب قیامت

یا جوج وما جوج

ماضی

حضرت ذوالقرنین اور ان کے تین سفر

پہلا سفر
قرآن حکیم سیارہ ۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاتَّبَعَ سَبَبًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ
الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ
حَمِئَةٍ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا
کہ (گویا) وہ ایک کیچڑ کے چشمہ میں ڈوب رہا ہے اور کچھ لوگوں کو اس نے پایا۔
یہ سفر حضرت ذوالقرنین نے یوریشا کے مغرب کی طرف کیا۔ وہ رُوس
کے شمال مغربی حصہ میں پہنچے۔ جہاں دلدلیں پائی جاتی ہیں۔ آپ کا یہ سفر یورپ
کے بر اعظم میں تبلیغ دین کے لئے تھا۔

دوسرا سفر

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا حَتَّى إِذَا بَلَغَ
مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ
عَلَى قَوْمٍ لَمْ يَجْعَلْ لَهُم مِّنْ
دُونِهَا سِتْرًا ۝

پھر وہ ایک راہ میں چلا۔ سہتے کہ
جب آفتاب کے طلوع ہونے کی
جگہ میں پہنچا۔ (اسے اس حال میں)
پایا کہ وہ ایسے لوگوں میں طلوع کر رہا ہے

کہ ہم نے سوا اُس کے ان کی کوئی پوشش نہیں بنائی۔

آپ نے یہ سفر اسی غرض و غایت سے ایشیا کے مشرق میں کیا۔ معلوم
ہوتا ہے کہ وہ ایران سے ہندوستان کے عین مشرقی ممالک آسام وغیرہ میں
پہنچے جو ایشیا کے مشرق میں واقع ہیں اور وہاں اب بھی ایسی قوم بستی ہے جو لباس
نہیں پہنتی اور ناگ قوم کہلاتی ہے۔

ذوالقرنین۔ قرن کے معنی صدی کے بھی ہیں اور شاخ کے بھی۔ ایک

لحاظ سے ایک کا نام دو صدیوں والا ہے کہ ان کا زمانہ ایک صدی کا آخر۔
اور دوسری کا آغاز ہے۔ دوسرے معانی شاخ کے ہیں۔ اس سے یہ مراد ہے۔ کہ
آپ نے یوریشیا کے دونوں طرف مشرق و مغرب میں سفر کئے۔ اس لئے دو
شاخوں والا کہا گیا ہے۔ گویا آپ کے اس نام کے ساتھ ان کے وہ وصف ہیں
جو ان کو متمیز کرتے ہیں بعض لوگ نادانی سے دو سینگوں والا کہہ دیتے ہیں۔ یہ

بے ادبی ہے۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کسی شخص کے سر پر سنگ نہیں ہوئے۔ پس ایک نبی علیہ السلام کے متعلق ایسے لفظ استعمال کرنا پر لے درج کی جہالت ہے۔ البتہ تاج پر دو شاخیں ہونا علیحدہ بات ہے۔ نیز مشتری اور عطارد جب ایک ہی برج میں ہوں اس وقت اس کی پیدائش ہو۔ اسے بھی صاف قرآن کہا جاتا ہے۔

تیسرا سفر

حضرت ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج

ثُمَّ اتَّبَعَ سَبَبًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ
بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُونِهِمَا
قَوْمًا لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ
قَوْلًا ۚ قَالُوا يَا ذَا الْقُرْنَيْنِ إِنَّ
يَاجُوجَ وَمَاجُوجَ مُفْسِدُونَ
فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ
خَرْجًا عَلَىٰ أَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ
سَدًّا ۚ قَالَ مَا هَكُنِّي فِيهِ سَآبِي
خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ۚ

پھر وہ ایک راہ میں چلا۔ یہاں تک
کہ وہ دو دیواروں کے درمیان میں پہنچا
اور ان دونوں دیواروں کے اس طرف
کچھ لوگوں کو پایا جو کسی بات کو نہ سمجھ سکتے
تھے۔ انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین
کہ تحقیق یاجوج و ماجوج زمین میں فساد
کرنے والے ہیں۔ پس کیا ہم تمہارے
لئے کچھ مال جمع کریں۔ اس راہ پر کہ
تم ہمارے اور ان کے درمیان میں
ایک ایسی دیوار بنا دو کہ وہ ہم تک

اَتُونِي ذُبَرَ الْحَدِيدِ ط

نہ آسکیں، ذوالقرنین نے کہا کہ وہ (مال) جس میں میرے پروردگار نے مجھے قدرت دی ہے۔ تمہارے مال سے یہ بہتر ہے لہذا مجھے مال کی ضرورت نہیں۔ پس تم مجھے توت سے مدد دو۔ میں تمہارے اور ان کے درمیان ایک حجاب بنا دوں۔ تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لاؤ۔

حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ
قَالَ انْفُخُوا ط

چنانچہ وہ لائے اور اس نے ایک بہت بڑی بلند دیوار بنائی۔ یہاں تک کہ جب دونوں پہاڑوں کے درمیان میں اس دیوار کو انہی کے برابر بلند کر دیا (پھر اس کے گرد آگ رکھ دی تو کہا) اسے دھونکو۔

حَتَّىٰ إِذَا جَعَلْنَا نَارًا ۖ وَقَالَ
اَتُونِي أَفْرَغْ عَلَيْكَ قَطْرًا ۖ

یہاں تک کہ (جب) اس (لوہے) کو (مثل) آگ (کے سرخ) کر دیا تو کہنے لگا کہ بگھلا ہوا تانا بنا مجھے دو اس پر

ڈالوں گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ راور وہ لوہا
اور تانبہ مل کر ایک چیز ہو گئے، پس
یا جوج و ماجوج نے نہ اس پر چڑھنے کی
قوت پائی اور نہ اس میں سوراخ کرنے
کی قوت پائی۔

ذوالقرنین نے کہا کہ یہ میرے
پروردگار کی مہربانی ہے۔ پھر جب میرے
پروردگار کا وعدہ (یعنی روز قیامت)
آجائے گا۔ تو وہ اسے بربزد ریزہ کر دیگا
اور میرے پروردگار کا وعدہ پورا سچا ہے
اور ہم اس دن (یا جوج و ماجوج کو) چھوڑ
دیں گے کہ بعض ان کے بعض کے ساتھ
ملیں اور صورت چھونکا جائے گا۔ پس ہم سب

لوگوں کو جمع کریں گے اور اس دن کافروں کے سامنے دوزخ پیش کریں گے۔

حضرت ذوالقرنین کے پہلے دونوں سفر مشرق اور مغرب کی طرف
تھے۔ مگر یہ سفر وسط ایشیا میں شمال کی طرف تھا۔ اس میں ذکر ہے کہ وہ دو پہاڑوں کے

فَمَا اسْتَطَاعُوا أَنْ يَظْهَرُوهُ
وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقًّا ۝

حال

قَالَ هَذَا رَحْمَةٌ مِنْ رَبِّي ۚ
فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۚ
وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ۖ
وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ
يَمُوجٌ فِي بَعْضٍ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ
فَجَمَعَهُمْ جَمْعًا ۚ وَعَرَضْنَا
جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ
عَرْضًا ۚ

درمیان پہنچے۔ جہاں ایک قوم نے عرض کی کہ قوم جاجوج ماجوج کے لوٹ مار، اور تاخت و تاراج سے بچانے کے لئے وہ ان کے لئے ایک دیوار بنا دیں چنانچہ حضرت ذوالقرنین نے لومہ اور تانبا پگھلا کر ایک اونچی دیوار بنا دی۔ جو ان پہاڑوں میں دُور تک چلی گئی ہے۔ اور اس سے دونوں ملک ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ وسط ایشیا میں ایسی دیوار دیوار چین ہے جو ان پہاڑوں کے سلسلہ میں دور تک چلی گئی ہے۔ یہ روس اور چین کو جدا کرتی ہے۔ روسی علاقہ کے لوگ دستبرد کرنے والے تھے اور اہل چین حضرت ذوالقرنین سے پناہ طلب کرنے والے۔

پھر ارشاد ہے کہ یاجوج و ماجوج اس پر پڑھنے کی قوت نہ پائیں گے۔ اور اس میں سوراخ کر سکیں گے۔ چنانچہ یہ دیوار اب تک جبکہ حضرت ذوالقرنین کے زمانہ کو ہزاروں سال گزر گئے۔ بالکل اسی طرح قائم ہے اور اس میں کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ اور مدت ہائے دراز تک دونوں قومیں جدا جدا رہیں۔ ساتھ ہی ارشاد ہے کہ یہ دیوار قیامت کو ریزہ ریزہ ہوگی۔

یَا جُوجُ وَمَا جُوجُ۔ ایک ہی قوم کے دو نام ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے جس طرح حضرت ذوالقرنین کے نام میں ان کے ایسے وصف پائے جاتے ہیں جو ان کو متمیز کرتے ہیں۔ اسی طرح اس نام میں بھی جو دو ناموں سے رکھا

ہے۔ اس کے اوصاف ظاہر ہوتے ہیں۔ ان دونوں سے مراد قریباً قریباً سرکشی اور خدا کو نہ ماننے کی ہے۔ چنانچہ یہ دونوں وصف اس زمانہ میں بھی اس قوم میں پائے جاتے تھے اور اب بھی پائے جاتے ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اس یوم کو یعنی قرب قیامت کے زمانہ میں مہم (یا جوج و ماجوج) کو چھوڑ دیں گے کہ بعض ان کے بعض کے ساتھ ملیں۔ ظاہر ہے کہ جن دو قوموں کو حضرت ذوالقرنین کو دیوار بنا دینے کے بعد جدا کیا گیا تھا۔ ان کے متعلق ارشاد ہے کہ یہ دیوار تو قیامت تک قائم رہے گی۔ اس سے پہلے نہیں ٹوٹے گی۔ مگر وہ دونوں قومیں جن میں سے ایک یا جوج و ماجوج ہر آپس میں ان کے بعض بعض سے ملیں گے۔ یعنی ان میں دوستانہ تعلقات پیدا ہو جائیں گے۔

آج قریباً چودہ سو سال بعد قرآن حکیم کی یہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے۔ کہ دیوار چین قائم ہے۔ مگر جاجوج و ماجوج (اہل روس) اور (اہل چین) میں دوستانہ تعلقات قائم ہو گئے ہیں۔ اہل روس کمیونسٹ ہیں۔ اس کے ساتھ چین بھی کمیونزم میں شامل ہو گیا ہے

کمیونسٹ۔ خدا کو نہیں مانتے اور ہر ملک میں فساد بھی پھیلاتے ہیں۔ یہ سرکشی اور خدا کو نہ ماننے کے جو دو اوصاف یا جوج و ماجوج کے ہیں۔ ان میں پائے جاتے ہیں اور یہ دونوں ملک کمیونزم کے سب سے بڑے

رُکن ہیں۔ آغازِ روسیوں سے ہوا ہے اور وہ دُنیا بھر میں اس ازم کو پھیلانے کی سعی کر رہے ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے۔
مستقبل

حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَابُجُوجَ وَمَلْجُوجَ
وَهُمْ مِّنْ حَدِّبٍ يَنْسِلُونَ ۝ وَ
أَقْرَبَ الْوَعْدَ الْحَقِّ فَإِذَا هِيَ
شَاحِصَةٌ ابْصَارِ الَّذِينَ كَفَرُوا ۝ ط
یہاں تک کہ جب جابوج و مابوج
کھول دیئے جائیں گے اور ہر بلندی سے
دوڑ پڑیں گے۔ اور قیامت کا سچا وعدہ
نزدیک آجائے گا۔ پس یہ ہوگا کہ کافروں
کی آنکھیں (شدتِ خوف سے) کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔

پھر قربِ قیامت میں ایسا ہوگا کہ یابوج و مابوج کھول دیئے جائیں گے
یعنی وہ ہر قسم کے معاہدات امن کو بالائے طاق رکھ دیں گے.....
..... اور سرکشی اور فساد پھیلائیں گے اور ہر بلندی سے دوڑ
پڑیں گے۔ سے یہ مراد ہے کہ زمانہ ماضی میں مختلف ممالک کے درمیان جو
پہاڑوں، دلدلوں، یا سمندروں کی یا دیوار چین کی سی جو مصنوعی اور قدرتی رکاوٹیں
ہیں جن کی وجہ سے وہ ممالک ایک دوسرے پر حملہ آور نہیں ہو سکتے تھے۔
ان سب کو یابوج و مابوج عبور کر جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ اب ہوائی جہازوں سے
ہر بلندی کو عبور کر سکتے ہیں۔

دُنیا بھر میں اس وقت کمیونزم والے سرکشی اور فساد پھیل رہے ہیں اور خدا کو بھی نہیں مانتے۔ یہ جارحانہ اقدام کرتے ہیں۔ ان میں روس چین اور یورپ کے بعض ملک شامل ہیں۔ ان سب کا عقیدہ خدا کو نہ ماننا اور محض سرکشی اور فساد پھیلانا ہے۔

ان کے مقابل میں دفاعی اور احتیاطی انتظام کے لئے دو قومیں متحد ہوئی ہیں۔ ایک تو عیسائی ہیں جو امریکہ، برطانیہ اور یورپ کے بہت سے ملکوں میں حکمران ہیں۔ اگرچہ خدا کو تثلیث کے رنگ میں مانتے ہیں مگر مانتے ضرور ہیں دوسرے مسلمانوں کی بڑی بڑی سلطنتیں ہیں (ترکی۔ عراق۔ ایران اور پاکستان) یہ لوگ خدا کی خالص وحدانیت پر ایمان رکھتے ہیں۔

گویا دنیا بھر میں بڑے پیمانے پر اس وقت دو پارٹیاں ہیں۔ ایک خدا کو ماننے والی۔ دوسری نہ ماننے والی۔ آخر الذکر پارٹی کا اقدام جارحانہ ہے اور وہ ہر ملک میں اپنا وقار قائم کرنا چاہتی ہے۔ شرانگیزی اور فساد پھیلانا اس کا وطیرہ ہے۔

اول الذکر پارٹی خدا کو ماننے والی ہے۔ اس کا اقدام مدافعتی ہے۔ یہ اس شرانگیزی کو روکنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہے۔

قرآن حکیم نے یاجوج و ماجوج یعنی سرکش اور خدا کو نہ ماننے والی پارٹی کا ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ذوالقرنین کے وقت میں ان کی کارستانی

کا ذکر کر کے پھر روس اور چین کے کمیونزم کی صورت میں اتحاد کی خبر دی ہے۔ پھر قرب قیامت میں ان کے خروج اور فساد انگیزی کا ذکر فرمایا ہے۔ جس طرح گزشتہ زمانوں میں فرعونیت اور نمرودیت سراٹھاتی رہی۔ اور اس کی سب کو بی خدا کے ماننے والوں نے کی۔ اسی طرح اس ازم کا انجام بھی وہی ہوگا۔ جو اس سے پہلے خدا کے نہ ماننے والوں کا ہوتا رہا ہے۔ ایٹم اور ہیڈروجن بموں کی تیاری۔ ہوائی جہازوں کی افراط اس پر دال ہے کہ قرب قیامت میں کوئی بڑا ہنگامہ دنیا بھر میں ہونے والا ہے۔ جس کی پیشینگوئی قرآن پاک میں ارشاد ہوئی ہے۔ اور خبر دی گئی ہے۔

کھیل ختم قیامت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ۝
وَاذِنْتَ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝
وَإِذَا الْأَرْضُ مُدَّتْ ۝
وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ ۝

جب آسمان پھٹ جائے گا۔
اور اپنے مالک کا حکم مان لے گا اور اس کو
(وہی) سزاوار ہے اور جب زمین کھینچ جائیگی
اور جو کچھ اس کے اندر ہے نکال دیگی
اور خالی ہو جائے گی۔

○

يَوْمَ تَمُورُ السَّمَاءُ مَوْرًا ۝
تَسِيرُ الْجِبَالُ سَيْرًا فَارْتَقِبْ ۝
يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ
مُبِينٍ يَغْشَى النَّاسَ ۝
هَذَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

جس دن آسمان خوب چکر کھانے
لگے گا۔ اور پہاڑ خوب چلنے لگیں گے۔
پس اے نبی! تم اس دن کا انتظار کرو۔
جب آسمان ایک صاف دھواں لائیگا
جو لوگوں پر چھا جائے گا۔ یہ ایک درد
دینے والا عذاب ہے۔

○

یَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ
السَّجِّيلِ الْكُتُبِ ۚ كَمَا
بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ ۚ
وَعُدَّا عَلَيْنَا ۚ إِنَّنَا كُنَّا
فَاعِلِينَ ۝

جس دن ہم آسمان کو لپیٹ لیں گے
مثل لپیٹ لینے کاغذوں کے طومار کے
جس طرح ہم نے پہلی پیدائش کی ابتدا
کی تھی۔ اسی طرح سے دوبارہ پیدا کر لیں گے
یہ ہمارے اوپر ایک (قدرتی) وعدہ ہے
بے شک ہم اسے کرنے والے ہیں۔



ان آیات مقدسہ سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت میں زمین و آسمان
سب دھواں کی شکل اختیار کر جائیں گے۔ اور سب کچھ ٹوٹ پھوٹ جائے گا۔
جیسا دھواں کہ کائنات کی ابتداء میں تھا اور جس سے یہ اجرام فلکی اور زمین بنی
تھی۔ مگر زندگی دوبارہ نئے طرز سے شروع ہو جائے گی۔ انسانی اعمال کے
مطابق اس کا دور نئے لطیف لباس میں بہشت، اعراف اور دوزخ میں ہوگا۔
اللہ تعالیٰ رحیم کریم ہے۔ گنہگاروں کو معاف کر کے درجے عطا فرما سکتا ہے۔

دعوتِ اسلام

قرآن کریم کی حقانیت (۱)

- ۱۔ قرآن حکیم میں زمانہ گزشتہ میں قوموں کے حالات اور ان کی اصلاح کرنے والوں کی تمام کوششوں اور ان کے نتائج کا ذکر ہے۔
- ۲۔ زمانہ حال اور آئندہ کے متعلق صحیح پیشین گوئیاں موجود ہیں۔
- ۳۔ ان تشریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ کلام پاک کتنا فصیح اور بلیغ کلام ہے
- ۴۔ ملک عرب میں کوئی شخص ایک آیت کے مقابلہ میں ایک آیت بھی پیش نہ کر سکا۔
- ۵۔ قرآن حکیم میں آج پونے چودہ سو سال تک ایک لفظ تو کجا۔ نہ یروزر۔ کا فرق نہیں پڑا۔ اور نہ قیامت تک پڑے گا۔ حالانکہ دوسری تمام سماوی کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے اور اصلی نسخے نایاب اور ناپید ہیں۔
- ۵۔ قرآن حکیم کے اصول نہایت اعلیٰ درجہ کے ہیں اور دنیا میں امن و امان

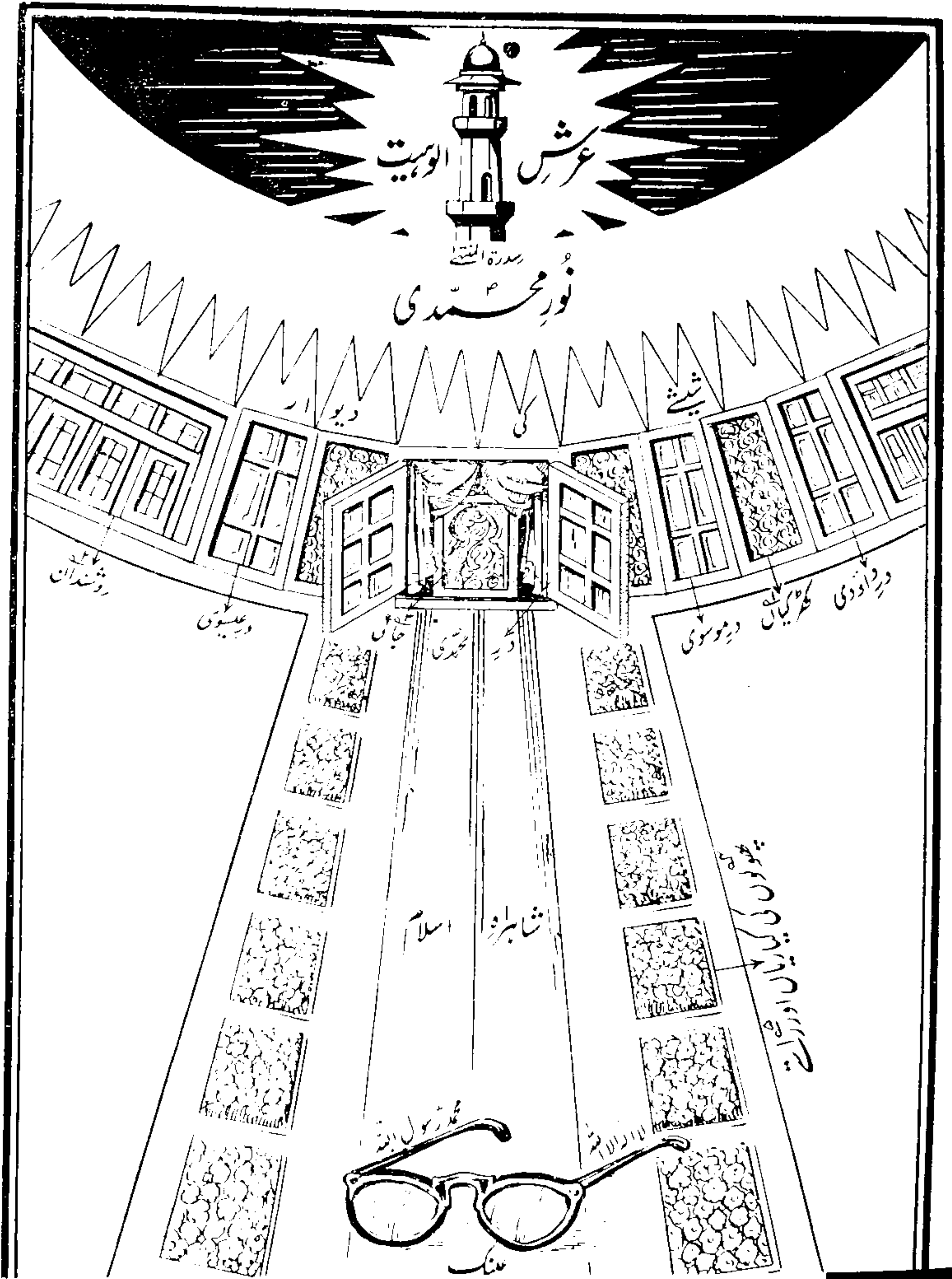
کے ضامن ہیں۔

ان خوبیوں کو ملحوظ رکھ کر ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم سب اس کے اصولوں پر کاربند ہوں اور اپنے حسن عمل سے دنیا کو دکھا دیں کہ ان اصولوں پر کاربند ہونے سے انسان حقیقی ترقی کر سکتا ہے۔ ہماری خوش عملی کو دیکھ کر دوسری غیر مسلم قومیں ان خوبیوں سے متاثر ہو کر بھی راستہ اختیار کریں۔ جیسا کہ قرون اولے میں مسلمانوں کے حسن عمل سے متاثر ہو کر دوسرے لوگ ایمان لائے تھے۔

یہ ایک عملی دعوت ہے جو غیروں کو متاثر کر سکے گی۔

(۲)
تمثیل

سامنے دیکھنا! عرش الوہیت اور کائنات کے مقام اتصال پر ایک دروازہ ہے۔ جہاں سے انوار الہی کی شعاعیں کائنات میں آرہی ہیں۔ اس دروازہ کے آگے ایک بڑی ڈیوڑھی ہے۔ یہ اس نور سے بنی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے پیدا کیا۔ یہ نور نور محمدیؐ کہلاتا ہے۔ ڈیوڑھی کی اگلی دیوار کے دو حصے ہیں۔ اوپر کا حصہ ایک موٹے اور چمکدار شیشے سے پٹا ہوا ہے۔ عرش الوہیت سے



انوار الہی کی شعاعیں جب نور محمدیؐ پر پڑتی ہیں تو منعکس ہو کر اس شیشہ کی دیوار سے کائنات میں آتی ہیں۔ یہ شعاعیں تخلیقی کھلاتی ہیں آغاز آفرینش سے کائنات میں تخلیقی کام یہی شعاعیں کرتی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی۔

اس دیوار کا پچھلا حصہ ٹھوس اور غیر شفاف ہے۔ اس حصہ میں بہت سے روشندان کھڑکیاں اور صرف چار دروازے ہیں۔ جن میں سے ایک بہت بڑا ہے۔ دوسرے تین چھوٹے ہیں۔ ان سب کی مجموعی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ یہ روشندان اور کھڑکیاں باری باری سے کھلتی رہی ہیں اور کائنات میں ان سے نور کی منعکس شدہ شعاعیں آتی رہیں اور دلوں کو نورانی کرتی رہیں۔ پھر دروازے کھلنا شروع ہوئے اور اپنے وقت پر کھل کر کائنات میں اپنی وسعت کے مطابق نور کا فیضان کرتے رہے۔ کھڑکیوں کے نام دھندلے ہونے کے سبب سے صاف نہیں پڑھے جاتے۔ مگر دروازوں کے نام بخوبی ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کے نام علی الترتیب داؤدی۔ موسوی۔ عیسوی ہیں اور بڑے اور درمیانی دروازے کا نام محمدی دروازہ

۱۔ انبیائے کرام اہل صحیفہ و بے صحیفہ

۲۔ اہل کتاب انبیائے کرام۔

ہے۔ تین دروازے باری باری سے کھلتے رہے۔ مگر اب پونے چودہ سو سال سے بڑا دروازہ جو محمدی دروازہ کہلاتا ہے۔ کھلا ہے۔ ان سب پر جالیاں سی لگی ہیں۔ چنانچہ اس دروازہ پر بھی خوبصورت جالی لگی ہے۔ اس جالی کے خانوں کو قریب سے دیکھیں تو اندرونی نور کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ ان جالیوں سے نور کی منعکس شدہ شعاعیں کائنات میں آرہی ہیں۔ اس دروازہ کے سامنے ایک وسیع شاہراہ ہے۔ ایسی شاہراہیں روشندانوں، کھڑکیوں اور دروازے کے سامنے بھی موجود تھیں۔ مگر یہ شاہراہ بڑی عظیم الشان اور وسیع ہے۔ اس کا فرش سفید سنگ مرمر سے بنا ہے۔ اس کے کناروں پر خوشنما اور خوشبودار پھولوں کی کیاریاں ہیں۔ جن کے حاشیے سنگ سبز سے بنے ہیں۔ یہ دونوں پتھر حجاز کی پہاڑیوں سے برآمد کئے گئے ہیں۔ کیاریوں کے درمیان شاہراہ میں داخل ہونے کے لئے راستے ہیں۔ پھولوں کی خوشنمائی اور عطر بیزی مسافروں کو اس شاہراہ کی طرف کھینچ لیتی ہے اور وہ جوق در جوق اس میں داخل ہو جاتے ہیں۔

اس شاہراہ پر شعاعوں کی روشنی اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں چند صیا جاتی ہیں۔ جیسا کہ سورج چاند اور جلتے ہوئے گیس کی طرف سیدھے چلیں تو روشنی

لے اولیائے کرام لے اسلام کے زرین اصول

سے آنکھیں چند صبا جاتی ہیں۔ چنانچہ چور چاندنی راتوں میں چوری کر کے سیدھے چاند کے ٹخ بھاگتے ہیں۔ جس سے ان کا پیچھا کرنے والوں کو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ حالانکہ چاندنی رات میں دُور تک صاف دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح وہ بھاگ جانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔

اس لئے ایک عینک استعمال کرنی پڑتی ہے۔ جس سے راستہ صاف دکھائی دیتا ہے اور سفر بڑے آرام و اطمینان سے طے ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہوائی جہاز کے سفر میں عینکیں استعمال کرتے ہیں۔ جس طرح بحری جہاز میں پانی میں تیرنے کی ربر کی بنی ہوئی ٹیوبیں جہاز کی دیواروں سے لٹکی ہوتی ہیں تاکہ ضرورت کے وقت اہل جہاز ان کو استعمال کر سکے۔ اسی طرح یہ عینکیں ان حاشیوں پر بکثرت رکھی گئی ہیں۔ استعمال کرنے والے رہنما بھی وہاں موجود رہتے ہیں۔ یہ عینکیں مسافروں سے مل سکتی ہیں۔ اس عینکوں کے شیشے حجازی کارخانہ سے بن کر آتے ہیں جو نہایت اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ شیشے دو قسم کے ہیں۔ جیسا کہ برقی طاقت میں مثبت اور منفی دو قوتیں ہوتی ہیں۔ اسی طرح ان کی دو قسمیں ہیں اور دونوں کی موجودگی سے کام چلتا ہے۔ ایک ہی قسم کے دونوں شیشے کام نہیں دیتے۔ ان شیشوں پر نام درج ہیں۔ جن سے یہ شناخت کئے جا سکتے ہیں۔ عام طحہ پر ان دونوں سے بنی بنائی عینکیں دستیاب ہوتی ہیں۔

سامنے کی عینک میں شیشوں کے نام درج ہیں۔ پڑھ کر دیکھ لیجیے۔

او ہو۔ یہ تو عربی زبان کے نام ہیں۔ ایک پر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لکھا ہے۔ دوسرے پر مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللَّهِ۔ یہ عینک آپ سب کے پاس موجود ہے۔ آؤ دوسرے لوگوں کو بھی اس عینک کے فائدے بتائیں اور اس شاہراہ پر چلنے کی ترغیب دلائیں۔ جس پر ہم چل رہے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ان ہدایات پر پورے طور پر عمل کریں جو اس پر چلنے کے لئے جاری کی گئی ہیں۔

بعض لوگ اس شاہراہ سے ہٹ کر اس روشنی میں یہی عینک استعمال کرتے۔ یعنی نیا راستہ اختیار کر لیتے ہیں۔ وہ صحیح منزل پر نہیں پہنچ سکتے۔ بلکہ ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ صراط مستقیم پر ہی چلنا بہتر اور افضل ہے۔

اظہارِ حقیقت

میسر ہے کہاں کالج کے در سے
 جو ملتا ہے بزرگوں کی نظر سے
 گزر آگے نہیں عقل و حسرد کا
 دل درد آشنا و چشم تر سے
 مفتر ہوں نہ عالم ہوں نہ زاہد
 نہیں ہوں بانخبر بھی میں خبر سے
 بلندی ہے میرے مضمون کو حاصل
 یہ اک روشن دل و صاحب نظر سے
 تمنا فیض کی ہے جن کو آنور
 الہی! یہ گھٹا اُن پر بھی ملے سے

آنور ہاشمی



ڈھونڈتی ہیں آب نگاہیں پھر تری اس شان کو
 تیغ کو ، تدبیر کو ، تسبیح کو ، قرآن کو

آورد ہاشمی

تاریخ تالیف و طباعت

(از جناب پیر غلام دستگیر صاحب نامی برادر عم زاد کلال و ہم زلف مصنف)
محله چلہ بیاباں لاہور

کرده تصنیف لطیف انور علی ہمزلف من
آئندہ در حیشمان اہل فن گرامی آمدہ

دارد از روح قلندر فیض او ہم از مراد
ہر دو مشہور ز من از خوشش کلامی آمدہ

سال تالیف و طباعت از دہائیم محل
شعبہ تصنیف انور شاہ ثانی آمدہ

تصحیح اغلاط

نمبر صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح
۵	۱	۶۴ ۱۳۷	۱۳۶۹
۲۰	آخری سطر	رومی	سعدی
۴۷	۷	شہاب	مہتاب
۵۸	۲	میں تصویر	میں ہے تصویر
۸۰	۴	تبریز	تبریز
۸۸	۶	قسمت	قسمت
۹۷	۱	طالب	طالب
۱۰۲	۱۲	من	من
۱۰۸	۵	مناسک	مناسک
"	۱۱	اقتصادی	اقتصادی
۱۱۲	۲	فرز	فرزند

نمبر صفحہ	سطر	خط الفاظ	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	خط الفاظ	صحیح
۱۲	۵	حَسَنٌ	حَسَنٌ	۲۰	۵	كَيْشَكُوْةٍ	كَيْشَكُوْةٍ
۱۳	۱۲	اَمْوَاتٌ	اَمْوَاتٌ	۲۱	۷	يُوقَدُ	يُوقَدُ
۱۴	۱۳	تَشْعُرُوْنَ	تَشْعُرُوْنَ	۲۲	۸	شَجَرَةٍ مَّبَارَكَةٍ زَيْبُوْنِ لَا	شَجَرَةٍ مَّبَارَكَةٍ زَيْبُوْنِ لَا
۱۵	۳	نَبِيُوْنَ	نَبِيُوْنَ	۲۳	۹	وَلَا	وَلَا
۱۶	۴	تُفَرِّقُ بَيْنَ لَاصِدٍ مِّنْ	تُفَرِّقُ بَيْنَ لَاصِدٍ مِّنْ	۲۴	۹	وَلَوْ اَمَرَ	وَلَوْ اَمَرَ
۱۷	۵	بَعْضَهُمْ	بَعْضَهُمْ	۲۵	۱۰	تَمْسِسُهُ نَارُهُ اَوْ	تَمْسِسُهُ نَارُهُ اَوْ
۱۸	۱	هَسَا	هَسَا	۲۶	۳۱	وَيُنِيَا نَارَهُ فَتُحْمَلُ	وَيُنِيَا نَارَهُ فَتُحْمَلُ
۱۹	۹	نَبِيُوْنَ	نَبِيُوْنَ	۲۷	۱۲	اَلْحَقُّ كَر	اَلْحَقُّ كَر
۲۰	۱۱	حَضُوْر	حَضُوْر	۲۸	۱۵	اَلْعَدُوْفَتَا	اَلْعَدُوْفَتَا
۲۱	۳	اَرِنِي اَنْظُرَ اِلَيْكَ	اَرِنِي اَنْظُرَ اِلَيْكَ	۲۹	۱	اَلْمُحَايَا	اَلْمُحَايَا
۲۲	۹	پَاک	پَاک	۳۰	۳	اَحْسَرَا	اَحْسَرَا
۲۳	۱۳	لَمْ	لَمْ	۳۱	۱۱	مُحَمَّدٌ لِيْ	مُحَمَّدٌ لِيْ
۲۴	۶	رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ	رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ	۳۲	۳	يَخْرُجُ سَكْرَتَا	يَخْرُجُ سَكْرَتَا
۲۵	۶	عَبْدَةٌ مِّنْ سَوْلَةٍ	عَبْدَةٌ مِّنْ سَوْلَةٍ	۳۳	۴	اَوْ يَكُوْنُ	اَوْ يَكُوْنُ
۲۶	۷	پَاک	پَاک	۳۴	۱۲	فَاَنْتَ	فَاَنْتَ
۲۷	۱	فَاَحْبَبْتُ	فَاَحْبَبْتُ	۳۵	۱۳	اَنْتَ	اَنْتَ
۲۸	۱۵	اَسْ	اَسْ	۳۶	۶	اَسْ	اَسْ
۲۹	۶	اَنْتَ اَدَا	اَنْتَ اَدَا	۳۷	۷	اَنْتَ اَدَا	اَنْتَ اَدَا
۳۰	۱۰	اِلَى السَّمَاءِ	اِلَى السَّمَاءِ	۳۸	۱	اِلَى السَّمَاءِ	اِلَى السَّمَاءِ
۳۱	۲	عَبْدَةٌ	عَبْدَةٌ	۳۹	۱۵	اَلْمُحْمَلُ	اَلْمُحْمَلُ
۳۲	۷	عَامَا اَوْ اَمْتِيْ كَا نَبِيَا	عَامَا اَوْ اَمْتِيْ كَا نَبِيَا	۴۰	۱۷	اَلْمُحْمَلُ	اَلْمُحْمَلُ
۳۳	۷	نَبِيٍّ اَسْرَ اَمْلَ	نَبِيٍّ اَسْرَ اَمْلَ	۴۱	۱۷	اَلْمُحْمَلُ	اَلْمُحْمَلُ

نمبر صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح	نمبر صفحہ	سطر	غلط الفاظ	صحیح
۶۱	۴	وَسَلِّمُوا	وَسَلِّمُوا	۱۱۸	۳	مَطْلَعِ الشَّمْسِ	مَطْلَعِ الشَّمْسِ
۶۵	۱۷	بُرَا	بِهت	"	۲	تَجْعَلُ	تَجْعَلُ
۶۷	۱۲	الْبَاطِلُ	الْبَاطِلُ	۱۱۹	۷	ثُمَّ اتَّبَعَ	ثُمَّ اتَّبَعَ
۶۸	۹	نَبِيًّا وَآدَمَ	نَبِيًّا وَآدَمَ	"	۹	يُكَادُونَ	يُكَادُونَ
۷۱	۱۱	بَارَكَ	بَارَكَ	"	۱۰	يَذَا الْقَرْنَيْنِ	يَذَا الْقَرْنَيْنِ
۷۲	۱۳	حَدُّدَ اللَّهِ	حَدُّدَ اللَّهِ	"	۱۳	هَكَئِ	هَكَئِ
۷۴	۱۰	اجزاء	اجزاء	۱۲۰	۱۰	قَالَ الْفُجُورَاءُ	قَالَ الْفُجُورَاءُ
"	"	اجزاء	اجزاء	"	۱۶	الْوَيْ اُفْرَغُ	الْوَيْ اُفْرَغُ
۸۲	۷	صد	از	۱۲۱	۷	رَحْمَةٍ	رَحْمَةٍ
"	۱۵	بَشَرًا مِثْلَكُمْ	بَشَرًا مِثْلَكُمْ	"	۷	رَبِّي وَ	رَبِّي وَ
۸۳	۱	بَشَرًا	بَشَرًا	"	۱۰	بَعْضَهُمْ	بَعْضَهُمْ
۹۲	۲	أَدْلَكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ	أَدْلَكُمْ عَلَى تِجَارَةٍ	"	۱۲	جَمَعَهُمْ	جَمَعَهُمْ
"	۸	خَيْرٌ	خَيْرٌ	"	۱۳	عَرَضًا	عَرَضًا
۹۳	۱	عَمَلٌ	عَمَلٌ	۱۲۲	۵	يَا جُوجَ وَجُوجَ	يَا جُوجَ وَجُوجَ
۹۴	۲	فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا	فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا	"	۸	أَبْصَارَ الَّذِينَ كَفَرُوا	أَبْصَارَ الَّذِينَ كَفَرُوا
"	۶	كَابِئِينَ	كَابِئِينَ	۱۲۷	۱۲	مُبِينٌ يَعْشَى	مُبِينٌ يَعْشَى
۹۷	۱	طَالِبٌ هَا كَلَابٌ	طَالِبٌ هَا كَلَابٌ	۱۲۸	۲	الْكُتُبِ	الْكُتُبِ
۱۰۲	۴	سجده کے آگے	سجده کے آگے	"	۳	خَلَقِ	خَلَقِ
"	۱۳	وَإِنْ مِنْ	وَإِنْ مِنْ	۱۲۹	۱	وَسَلَّمَ	وَسَلَّمَ
۱۱۷	۸	مَغْرِبَ	مَغْرِبَ	"	"	عَبْدُهُ	عَبْدُهُ
"	۹	تَغْرِبَ	تَغْرِبَ	"	"	"	"
"	۱۰	حِمَّةٌ	حِمَّةٌ	"	"	"	"

خیام و اقبال

زیر تالیف کتاب

مصنف (پیر) انور علی شاہ آنور ہاشمی۔ قلعہ مسیتا مرید کے ضلع شیخوپورہ
 اس کتاب میں حکیم عمر خیامؒ کی منتخب رباعیات اور علامہ اقبالؒ کے
 چیدہ چیدہ اشعار کی تشریحات پیش کی گئی ہیں۔
 موازنہ کے طور پر بھی اور الگ الگ بھی۔
 ان کی اصطلاحات کے معانی بھی لکھے گئے ہیں۔ خواجہ حافظؒ کے چند شعروں
 کی شرح بھی کی گئی ہے۔
 نمونہ ملاحظہ ہو۔

عشق الہی

الَا یَا اَیُّہَسَاتِیْ اَوْر کَا سَاوْنَا وَاہَا کہ عشق آساں نمود اول ولی افتاد مشکلا
 (خواجہ حافظؒ)

سحر آمد ندانہ در میخانہ ما کائے زندہ سرا باقی دیوانہ ما
 بر شہز کہ پڑ کینم پیمانہ زسے زان پیش کہ پڑ کنند پیمانہ ما
 (حکیم عمر خیام)

نخستین بادہ اندر جام کرد
 ز چشم مست ساقی وام کرد

(عراقی)

نوٹ :- ان اشعار میں اول - سحر - نخستین سے روزِ ازل اور میثاقِ اول مراد ہے۔

منظوم ترجمہ از مصنف

توحید کی شراب کے مست است پنی جب تک ہے زندگی تری سرمستیوں میں جی
 کیا یاد ہے وہ منظر پیمانِ اولیں چھوٹے تھے جس کو دیکھ کے ہانچ کر فکے جی
 تو نے گدوہ بارِ امانت اٹھا لیا جس کے بغیر تلخ ہے اب زندگی تری
 مردانہ کار کا نہیں شیوہ کریں گریز ابتر ہے بڑھ کے موت سے دولت کی زندگی
 ساقی سے عرض کر کہ لندھاے سبوتے ساقی سے عرض کر کہ لندھاے سبوتے
 آنور اسی کے لطفِ رسم سے ہے بدتری

میری نوائے شوق سے شورِ حریم ذات میں
 غلغلہ ہائے الاماں بستکہ صفاست میں
 حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تنخیلات میں
 میری نگاہ سے حائل تیری تجلیات میں
 (علامہ اقبال)

اے اللہ تعالیٰ! تو نے جو روزِ ازل میں مجھے عشق دیا۔ اس کی نوا
 سے ہی عرش الہی میں شور پڑا اور اس کائنات میں بھی اسی سے ہی رونق
 ہوئی اور ہنگامے برپا ہوئے۔ ورنہ جب تک فرشتوں کی دنیا تھی۔ ہر طرف
 خاموشی ہی چھائی ہوئی تھی۔

حوریں اور فرشتے جو تیری نورانی مخلوق ہیں۔ ان میں سے حضرت
 جبرائیلؑ مقرب فرشتہ ہیں۔ مگر ان کا کام تیرا پیغام حضرات انبیاءؑ
 تک پہنچانا ہے۔ پیغام لانے والا خادم ہوتا ہے۔ اس لئے فرشتے
 انسانی مخلوق کے خادم ہیں۔ اور عورتیں بھی اسی غرض سے پیدا کی
 گئی ہیں۔

پس نوع انسانی فرشتوں سے افضل ہے۔

نیز سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میری (نوع انسانی) کی نگاہ سے
 عرش الہی میں خلل واقع ہوا۔ وہ اس طرح کہ معراج شریف میں حضورِ قدس

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انوار الہی کے اندر داخل ہوئے
جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام مقرب فرشتہ ہونے کے باوجود نہ پہنچ سکے

مرغ و ماہی

باطل مے گفت ماہی باتب و تاب
باشد کہ بجوئے رفتہ باز آید آب
بط گفت چوں من و تو گشتیم کباب
بود از پس مرگ ما چہ دریا چہ سراب
دعمر خیام

منظوم ترجمہ

پھلی بغیر آب کے ہو تھی تڑپ رہی
کہنے لگی یہ بطل سے کہ اے وائے بے کسی
ندی میں لوٹ آئے جو پانی ہوا
زندہ رہیں نہ پھر ہمیں خطرہ ہو موت کا
بطل نے دیا جواب یہ با حال اضطراب
جب جل کے ہو چکے ہوں ہمارے بدن کباب

آنانہ آنا اس کا برابر ہی ہے جناب
موت آگئی تو ایک ہے دریا ہو یا سرب (مصنف)

ہر شے مسافر ہر چیز راہی
کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی
تو مرد میدان تو میر لشکر
نوری حضوری تیرے سپاہی (علامہ اقبالؒ)
چاند تارے - مغرب کی چھوٹی بڑی موجودہ ترقی یافتہ سلطنتیں -
مرغ - ہوائی طاقت
ماہی - بحری طاقت

تشکریح :- اے مسلمان ! تو مغرب کی بڑی اور چھوٹی
سلطنتیں اور ان کی بحری اور ہوائی طاقتیں دیکھ کر مضطرب اور حیران ہے
یہ تو زوال پذیر ہیں۔ ان کو دوام اور استقامت حاصل نہیں۔
ان کے مقابلہ میں تو میدان جہاں میں لڑنے والا بہادر ہے۔
اور تو اس امت کافر ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے سب امتوں کا سردار
بنایا ہے۔

ان کو تو صرف اپنی مادی قوتوں پر ناز ہے۔ مگر تجھے مادی ساز و سامان کے علاوہ ایک اور چیز حاصل ہے۔ جو ان کو میسر نہیں۔ وہ عیبی امداد ہے۔ جس کے بل بوتے پر قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی تھوڑی تھوڑی جمعیتوں نے بڑی بڑی فوجوں پر فتح حاصل کی۔

یہ کتاب عنقریب شائع ہو جائے گی۔

خط و کتابت کا پتہ۔

انور علی شاہ آنور ہاشمی قلعہ مسیتا منڈی مرید کے

ضلع شیخوپورہ مغربی پاکستان

کتاب ہذا "عبد" اردو پریس میٹلوڈ روڈ لاہور میں چھپوا کر مصنف آنور ہاشمی پریس بستر نے قلعہ مسیتا منڈی مرید کے سے شائع کی۔

